POSTING ON 8 Jan. 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.) 41/2006-08 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8.

● قیمت=/Rs.5

عیسائیت کے موضوع پر شاندار اور تحقیقی کتاب

عیسائیت، تحلیل وتجزیہ

مصنف: پروفیسر ساجد میر

صفحات: 480 قیمت=/178

عیسائی عقائد کی تفصیل، بائبل کی استنادی حیثیت اور اس کے تضادات وغیرہ تو عام کتابوں میں مل جائیں گے مگر اس کتاب میں اصل مآخذ سے بے شمار موضوعات پر جو تحقیقی مواد پیش کیا گیا ہے وہ شاید کہیں اور مل سکے۔

Maktaba Al-Faheem
مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن (یوپی)
1st Floor Raihan Market Dhobia Imli Road Sadar Chowk Maunath Bhanjan (U.P.) 275101

"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (قرآن)

سہ روزہ دعوت نئی دہلی

③ فارسی قواعد پر مشتمل منفرد کتاب

تیسیر فارسی

نیا اور عام فہم انداز

ہر سبق کے آخر میں مفید تمرین

اور معیاری طباعت بھی

ملنے کا پتہ

البدر بک سینٹر

مہاجنی ٹولہ، سرائے میر، اعظم گڑھ، یوپی 9839591434

● جلد: ۵۷ ● شمارہ: ۴ ● ۱۰؍جنوری ۲۰۰۹ء ● 10 Jan. 2009 ● ہفتہ ● ۱۲؍محرم الحرام ۱۴۳۰ھ ● قیمت=/Rs.5 ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۲؍ریال ● Posting: 8 Jan. 2009 Thursday ●

مسلم مسافروں سے معافی

واشنگٹن۔ایئرٹران کمپنی نے سال نو کے دن فلوریڈا جانے والے طیارے سے اتارے گئے ۹ مسلمانوں سے معافی مانگی ہے۔جنہیں دیگر مسافروں کی شکایت پر شک کی بنیاد پر طیارے سے اتار دیا گیا تھا اور ان سے سخت پوچھ تاچھ کی گئی تھی۔کمپنی نے ان کا کرایہ بھی واپس کردیا اور مفت میں واشنگٹن لے جانے کی تجویز پیش کی۔اس کے ساتھ ہی تاخیر کے لئے دیگر مسافروں سے بھی معافی مانگی ہے۔

بغداد و یورپ میں فضائی رابطہ

بغداد۔عراق کی قومی فضائی کمپنی عراق ایئرویز کا کہنا ہے کہ وہ آئندہ چھ ماہ میں یورپی روٹوں کے لئے اپنی پروازیں شروع کردے گی۔یورپ اور عراق کے درمیان سترہ سال بعد پہلی پرواز ۲؍جنوری کو ڈنمارک سے ۱۵۰ مسافروں کو لے کر بغداد پہنچی۔

امریکہ میں مسجد پر حملہ

نیویارک۔امریکہ کے فلوریڈا اور پنسلوانیا میں ایک مسجد پر حملہ کئے جانے اور ایک دیگر مسجد میں رخنہ ڈالنے کے واقعات سامنے آئے ہیں۔کونسل آن اسلامک ریلیشنز نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ یکم جنوری کو میامی مسجد اور النور اسلامک اسکول پر گولی باری کی گئی۔ایک دیگر واقعے میں آک لینڈ مسجد میں جمعہ کی نماز سے قبل سیڑھیوں پر لال رنگ ڈال دیا گیا جس سے نماز پڑھنے کے لئے آنے والے تقریباً ایک ہزار لوگوں کو واپس جانا پڑا۔

غزہ پر اسرائیل کیلئے قبرستان

تہران۔ایرانی پارلیمنٹ کے اسپیکر علی لاریجانی نے ملکی پارلیمنٹ میں کہا کہ صہیونیوں کو باحوصلہ فلسطینیوں کی طاقت اور مزاحمت کا سامنا ہے۔انہیں پتہ ہونا چاہئے کہ غزہ ان کے لئے قبرستان بن جائے گا۔ادھر ایران کی اعلیٰ قومی سلامتی کونسل کے سکریٹری سعید جلیلی نے کہا کہ غزہ کے مناظر ان لوگوں کے لئے باعث شرم ہیں جو دہشت گردی کے خلاف لڑنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

امریکہ کی ہٹ دھرمی

واشنگٹن۔امریکی وزارت خارجہ کا کہنا ہے کہ وہ غزہ میں جنگ بندی کے لئے کام کر رہی ہے۔امریکہ ایسی جنگ بندی چاہتا ہے جو دیرپا، مستقل ہو اور اس کی کوئی میعاد نہ ہو۔امریکہ برابر اس بات پر بضد ہے کہ اسرائیل کی طرف سے کی جانے والی فوجی کارروائی کا ذمہ دار حماس ہے۔اس نے ابھی تک فوری جنگ بندی کی اپیل تک نہیں کی ہے۔دوسری طرف غزہ اسرائیلی بربریت کے خلاف نیویارک میں روز مظاہرے ہورہے ہیں۔لندن میں پچاس ہزار لوگوں نے وزیراعظم گورڈن براؤن کی رہائش گاہ کے سامنے مظاہرہ کیا۔دنیا کے مختلف ممالک میں بھی روز مظاہرے ہورہے ہیں۔ادھر حماس نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے غزہ میں دو اسرائیلی فوجیوں کو یرغمال بنایا ہے۔اسرائیلی فوج نے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

اسرائیلی حملے کی مذمت پر اختلاف

پیرس۔غزہ پر اسرائیلی حملے کی مذمت کے سلسلے میں یورپی یونین میں کھل کر اختلافات سامنے آئے ہیں۔یورپی یونین کی صدر چیک جمہوریہ نے کہا ہے کہ فی الحال پچھلے دنوں کے پس منظر میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ غزہ میں اسرائیل کا زمینی حملہ دفاعی ہے، جارحانہ نہیں جبکہ فرانس کی وزارت خارجہ نے کہا ہے کہ فرانس جس طرح سے راکٹ حملوں کی مذمت کرتا ہے اسی طرح غزہ میں اسرائیل کے زمینی حملے کی بھی مذمت کرتا ہے۔خطرناک فوجی حملوں نے جنگ بندی کی کوششوں اور علاقے سے امدادی کارکنوں کی واپسی کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔برطانیہ نے بھی کہا ہے کہ چیک جمہوریہ کا بیان برطانوی حکومت کا موقف نہیں ہے۔

اسرائیلی درندگی نے ایک بار پھر اقوام عالم کی بے بسی کو ظاہر کردیا

محض جنگ بندی کی مدت ختم ہونے اور فلسطینی مزاحمت پسند تنظیم حماس کے راکٹ حملوں کے بہانے اسرائیل غزہ میں جس بربریت، درندگی اور نسل کشی کا مظاہرہ کررہا ہے اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے اور اس کے لیے اسرائیل کو کتنی ہی سزا دی جائے کم ہے لیکن اس غیر ضروری جنگ کو بند کرانے میں عرب اور مسلم ممالک کا رول تو مایوس کن رہا ہی اس کے ساتھ ہی اسرائیل اور امریکہ کے سامنے اقوام عالم کی بے بسی بھی کھل کر سامنے آگئی ہے۔ بین الاقوامی برادری غزہ میں اسرائیلی جارحیت کو بند کرانے میں کتنی سنجیدہ ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابھی تک سلامتی کونسل میں اسی بات پر غور کیا جارہا ہے کہ فلسطین میں اس نسل کشی کے لیے کس کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے اور کس کی مذمت کی جائے۔حماس کو کٹہرے میں کھڑا کیا جائے یا اسرائیل کو۔جنگ بند کرانے کا نمبر تو بعد میں آئے گا۔ بین الاقوامی برادری اپنی ساری توانائی مذمتی قرارداد کا مسودہ تیار کرنے میں صرف کررہی ہے اور اس پر بھی اتفاق نہیں ہورہا ہے۔ اس کے لیے دوبار سلامتی کونسل کے ہنگامی اجلاس میں قرارداد پیش کرنے کی کوشش کی گئی لیکن امریکہ اور برطانیہ کی شدید مخالفت کے باعث قرارداد نہیں پیش کی جاسکی۔ اس کا متن ہی متنازعہ بنا ہوا ہے۔ جب بین الاقوامی برادری غزہ میں جنگ شروع ہونے کے آٹھ دن بعد بھی قرارداد کا متن نہیں تیار کرسکی تو اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے لیے جنگ بند کرانا کتنا مشکل ہوگا۔دنیا کو حماس کے راکٹ حملوں کی فکر تو برابر ستاتی ہے لیکن اسرائیل کی طرف سے غزہ کی ناکہ بندی سے فلسطینیوں کو ہونے والی پریشانی کا خیال نہ تو پہلے تھا اور نہ اب ہے جبکہ ناکہ بندی کی وجہ سے ہی راکٹ حملے ہوتے رہتے ہیں۔

80 بچوں سمیت پانچ سو سے زائد فلسطینیوں کو شہید کرنے کے باوجود خون کی پیاس نہیں بجھی ہے۔ ساتھ دنوں تک فضائی حملوں سے حماس کی کمر توڑنے میں ناکامی کے بعد اب اسرائیل نے غزہ پر زمینی اور سمندری حملہ بھی شروع کردیا ہے جس سے وہاں کافی تباہی مچ رہی ہے۔ اگرچہ اسرائیلی صدر شمعون پیریز نے اے بی سی نیوز کو دیے گئے ایک انٹرویو میں یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ غزہ میں زمینی فوج کو داخل کرنے کا مقصد اس پر پھر سے قبضہ کرنا نہیں ہے۔ بلکہ 'دہشت گردی' کا خاتمہ ہے اور حماس کو سبق سکھانا ہے اور اسرائیل کے دوسرے عہدیداران نے کہا ہے کہ اس آپریشن کا مقصد جنوبی اسرائیل کو حماس کے راکٹ حملوں سے محفوظ کرنا، راکٹ حملوں کی اس کی صلاحیت کو ختم کرنا اور غزہ کے اقتدار سے اسے بے دخل کرنا ہے لیکن اسرائیل کا ماضی بتاتا ہے کہ اس کی فوج کارروائی کے لیے جب بھی فلسطین کے کسی علاقہ میں داخل ہوتی ہے تو بڑی مشکل سے وہاں سے نکلتی ہے۔ اسی لیے اس بات کا اندیشہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ اسرائیل مذکورہ آپریشن کے جو مقاصد بیان کررہا ہے ان کی آڑ میں وہ ایک بار پھر غزہ پٹی کو مقبوضہ علاقہ بنا سکتا ہے جسے اس نے فلسطینیوں کی طویل جدوجہد اور بین الاقوامی برادری کے شدید دباؤ کے بعد بڑی مشکل سے تین سال قبل آزاد کیا تھا اور ابھی تک فلسطین کا واحد وہی خطہ اسرائیلی قبضہ سے آزاد تصور کیا جارہا تھا لیکن وہاں پھر اس نے اپنی زمینی فوج داخل کردی۔غزہ میں جنگ بند کرانے کے لیے اس وقت اقوام عالم کی طرف سے جو بھی کوششیں ہورہی ہیں وہ نشستند گفتند و برخاستند سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔ روزانہ میٹنگیں ہورہی ہیں، جنگ بندی کے لیے ایک دوسرے سے کہا جارہا ہے۔ مختلف ممالک، اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی تنظیموں کی طرف سے اس کے لیے اپیلیں بھی کی جارہی ہیں لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکل رہا ہے۔ صرف یہ تو دکھائی دے رہا ہے کہ جنگ بندی کے لیے کوششیں ہورہی ہیں۔ وہ کوششیں کب رنگ لائیں گی کسی کو پتہ نہیں۔ جب کوشش کرنے والے ہی بے بس اور غیر سنجیدہ دکھائی دے رہے ہیں تو اثرات کیسے ظاہر ہوسکتے ہیں۔ کہا یہ جارہا ہے جیسا کہ 5؍جنوری ۲۰۰۹ء کے انڈین ایکسپریس کی رپورٹ کے مطابق اسرائیلی اخبار ہیرٹز کے سیاسی مبصر الوف بین نے لکھا ہے کہ اگر جنگ کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا ہے، ڈرا پر جیسا کہ امید ہے وہ ختم ہوجاتی ہے اور اسرائیل کو دوبارہ غزہ پر قبضے سے روک دیا جاتا ہے تو فائدہ حماس ہی کو حاصل ہوگا اور جس سفارتی منظوری سے ابھی تک وہ محروم ہے جنگ بندی کی کوششوں سے وہ اسے حاصل ہوجائے گی۔ شاید اسی لیے امریکہ اور اسرائیل جنگ بندی کی کوششوں کو سبوتاژ کررہے ہیں۔

اسرائیل اگرچہ تین سال کی آزادی کے بعد غزہ پر دوبارہ قبضے کے منصوبے سے انکار کررہا ہے لیکن حماس کو سفارتی منظوری یا قانونی حیثیت ملنے سے روکنے کے لیے وہ پھر سے غزہ پر قبضہ کرسکتا ہے۔ مغربی کنارے میں صدر محمود عباس کی حکومت قائم ہونے کے بعد حماس کے لیے فلسطین کی زمین تنگ کرنے کا اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اسرائیل کی وزیر خارجہ اور مستقبل میں وزارت عظمیٰ کی امیدوار زپی لیونی کا بھی یہی کہنا ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب تک غزہ پر حماس کا کنٹرول رہے گا وہ اسرائیل، فلسطین اور پورے خطہ کے لیے مسئلہ بنی رہے گی۔ اسرائیل کے ڈپٹی وزیراعظم ہیم رامون کا بھی کہنا ہے کہ اسرائیل کو اس وقت تک آپریشن جاری رکھنا چاہیے جب تک حماس غزہ کے اقتدار سے بے دخل نہ ہوجائے۔

سوال یہ ہے کہ اسرائیل اپنے خطرناک عزائم کی تکمیل کے لیے اور کتنا خون بہائے گا اور تباہی مچائے گا۔ انسانی اقدار اور انسانی حقوق کی وہ باتیں کہاں چلی گئیں جن کی دہائی بین الاقوامی برادری دیتی رہتی ہے۔ امریکہ اور مغربی ممالک جو نام نہاد دہشت گردی کے خلاف دنیا بھر میں جنگ کا نعرہ دیتے ہوئے نہیں تھکتے۔ اس کے نام پر انہوں نے عراق اور افغانستان کو تباہ کردیا انہیں غزہ کے مناظر اور اسرائیلی فوج کی درندگی میں دہشت گردی نظر نہیں آتی۔ کیا اسرائیلی جارحیت کے لیے کوئی قانون اور اصول نہیں۔ صرف امریکہ کی حمایت وسرپرستی ہی کافی ہے۔ آخر یہ جنگ بندی کی کیسی کوشش ہے کہ سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ممبران میں سے دو امریکہ اور برطانیہ اس کی مخالفت کررہے ہیں بقیہ تین فرانس، روس اور چین یا تو خاموش رہتے ہیں یا دو رہی سے دبے الفاظ میں جنگ بندی کی اپیل کرکے اپنی ذمہ داری کی خانہ پری کررہے ہیں۔ عرب اور مسلم ممالک کو بھی اس معاملہ میں جو موقف اختیار کرنا چاہیے اس سے وہ کترا رہے ہیں۔ وہ تو اسی امریکہ سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا کرنا چاہیے جس کی منظوری اور بھرپور حمایت سے اسرائیل نے غزہ میں بربریت کا آغاز کیا اور اب تک امریکہ اس کی حمایت کررہا ہے۔ فلسطینی صدر محمود عباس بھی غزہ کی لڑائی کے لیے جس طرح حماس کو موردالزام ٹھہرا رہے ہیں اور فلسطینیوں کی ہلاکت پر مگرمچھ کے آنسو بہا رہے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تو صرف اپنے سیاسی مفادات کو دیکھ رہے ہیں۔ کل ملا کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ اسرائیل غزہ میں نسل کشی میں مصروف ہے اور جنگ بندی کے لیے بین الاقوامی برادری کے کمزور دباؤ اور غیر سنجیدہ کوششوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اس کی پشت پر امریکہ اور برطانیہ کھڑے ہیں جو ہر کوشش کا آسانی سے ناکام بنا رہے ہیں پھر بھی دنیا خطہ میں قیام امن کیلئے ان ہی سے توقع کرتی ہے جن کی اسرائیل کے تئیں جانبداری پورے طور پر عیاں ہوچکی ہے۔ (ص ن)

نئی سیاسی حکمت عملی کس حد تک کامیاب ہوگی

عام انتخابات کے قریب آنے کے ساتھ ساتھ نئی سیاسی صف بندی کا سلسلہ بھی تیز ہوگیا ہے۔ بائیں بازو کی جماعتیں بی ایس پی اور دیگر سیاسی پارٹیوں کے ساتھ ایک مضبوط تیسرا محاذ قائم کرنے کی کوشش کررہی ہیں وہیں کانگریس بھی متعدد ریاستوں میں اپنے نئے حلیف تلاش کررہی ہے۔ لیکن انتخابات کی سب سے زیادہ ہلچل بی جے پی اور اس کے سرپرست سنگھ پریوار میں نظر آرہی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو گزشتہ اسمبلی انتخابات کے نتائج ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی اہم اور بنیادی وجوہ ہیں۔ ایک عرصہ سے بی جے پی کی عوامی مقبولیت میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اس کی طرف سے اٹھائے جانے والے ایشوز خاص طور پر جذباتی ایشوز پر عوام کا وہ عمل یا ردعمل نظر نہیں آرہا ہے جو گزشتہ برسوں میں دیکھنے کو مل رہا تھا اور جس نے پورے ملک کی فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ اس وقت اس کی داخلی سیاست اور باہمی انتشار بھی زوروں پر ہے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور زیادہ سے زیادہ اپنے اپنے مفادات کے تحفظ کی طرف پارٹی لیڈران کی توجہ مرکوز ہے۔ پارٹی صدر راجناتھ سنگھ اور وزارت عظمیٰ کے امیدوار لال کرشن آڈوانی کے مابین رسہ کشی اور باہمی اختلافات کے تعلق سے گوکہ خبریں بہت پہلے سے آرہی تھیں لیکن اس سلسلہ میں خود لال کرشن آڈوانی کی یہ وضاحت کہ "ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، راجناتھ سنگھ پارٹی کے اہم کارکن ہیں اور آئندہ پارلیمانی انتخابات میں پارٹی کو کامیابی دلانے کے لیے سخت جدوجہد کررہے ہیں" حقیقت حال کو بیان کرنے کے لیے کافی ہے۔

اگر واقعتاً کچھ نہیں ہے تو پھر وضاحت کی ضرورت کیوں پیش آرہی ہے۔

پارٹی کی شفافیت، ایمانداری اور جوابدہی کے تمام دعوے بھی کھوکھلے ثابت ہورہے ہیں۔ پارٹی کے دفتر سے تقریباً ڈھائی کروڑ روپے کے غائب ہونے اور پھر اس پر پارٹی لیڈروں کے تغیر پذیر بیانات پہلو تہی یا پھر اسے دبانے کی کوشش نے اس طرح کے سوالات خود بخود قائم کردیے ہیں کہ جب صدر دفتر کا یہ حال ہے اور اس پر پارٹی کے بڑے لیڈروں کا یہ طرز عمل ہے تو پوری پارٹی اور اس کی اکائیوں میں کیا کچھ نہیں ہوتا ہوگا۔

انتخابات سے قبل آر ایس ایس سے رشتہ، کنٹرول، مداخلت اور خودمختاری کا مسئلہ بھی بی جے پی کے لیے سردرد بنا ہوا ہے۔ آر ایس ایس بی جے پی پر مکمل کنٹرول چاہتی ہے اور اس کی پوری کوشش یہ ہے کہ بی جے پی اس کے منشور اور لائن پر ہی آئندہ عام انتخابات کا سامنا کرے۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے اپنے پرانے سیوک اور سودیشی جاگرن منچ کے ذمہ دار مرلی دھر راؤ کو کل وقتی طور پر بی جے پی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے پارٹی کے مابین موجود خیمہ بندی کو قابو میں کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے انتباہ دیا ہے کہ خیمہ بندی کے جاری رہتے ہوئے پارٹی عام انتخابات میں کامیابی کا خواب نہ دیکھے۔

بی جے پی سنگھ پریوار کے اس دباؤ سے اس لیے بھی پریشان ہے کہ اتحادی سیاست میں آر ایس ایس کے ایجنڈے کے من وعن نفاذ کی اسے کوئی گنجائش نظر نہیں آرہی ہے۔ سنگھ پریوار کے ساتھ اپنی میٹنگ میں اس نے اس اندیشے کا اظہار بھی کردیا ہے۔ میٹنگ میں آر ایس ایس کی طرف سے موہن بھاگوت، سریش سونی، مدن داس دیوی اور بی جے پی کی طرف سے راجناتھ سنگھ، مرلی منوہر جوشی، ارون جیٹلی، سشما سوراج اور وینکیا نائیڈو نے شرکت کی تھی۔ میٹنگ میں آر ایس ایس نے بی جے پی کو سنگھ کے نظریات کو آگے بڑھانے، ہندو دہشت گردی کے نام پر ہندوؤں کو بانٹنے کی کوششیں، معاشی بدحالی اور دہشت گردی جیسے ایشوز کو اٹھانے پر زور دیا تھا جب کہ بی جے پی کا کہنا تھا کہ اتحادی سیاست میں مختلف قسم کا پریشر ہوتا ہے اور انتخابات میں کامیابی کے لیے کئی طرح سے مفاہمت بھی کرنی پڑتی ہے اس لیے ہم خالص نظریاتی سیاست نہیں کرسکتے۔

بی جے پی نے اس ماہ کے وسط میں عام انتخابات کے لیے اپنے امیدواروں کے ناموں کے اعلان کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے جب کہ کچھ کے ناموں کا تعین بھی کردیا گیا ہے۔ دیگر پارٹیوں کے برخلاف امیدواروں

باقی صفحہ ۸ پر

بلاتبصرہ

ریاست فلسطین کے خلاف اسرائیلی جارحیت کیا دہشت گردی نہیں ہے؟ اور کیا اس طرح کا ظلم واستبداد (جوابی) دہشت گردانہ کارروائیوں کے لئے حالات پیدا نہیں کررہا ہے؟ عالمی برادری کو، جو دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے کوشاں ہے، اس پہلو سے بھی غور کرنا چاہئے اور اسرائیل کو اس طرح کے ظلم اور استبداد سے باز رکھنا چاہئے۔

منیش منگلانی، نئی دہلی

ہندو، ۵؍جنوری ۲۰۰۹ء

خبر ونظر

پاکستان

پاکستان یعنی مملکت خداداد جس کے بارے میں کہا تو یہی جاتا ہے کہ برصغیر ہند کے مسلمانوں نے بڑے چاؤ کے ساتھ اسے قائم کیا تھا۔ مسلم لیگ پارٹی بنا کر "لے کے رہیں گے پاکستان" کا فلک شگاف نعرہ بلند کیا تھا۔ دلیل یہ تھی کہ چونکہ انڈین نیشنل کانگریس نے مسلم لیگ کو کئی بار دھوکا دیا ہے، وعدوں سے مکرتی رہی ہے، اس کے بعض قائدین ہندو مہا سبھا سے زیادہ مسلم مخالف ذہن رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس صورت میں اگر ہندوستان آزاد ہوتا ہے تو یہی لوگ اقتدار پر قابض ہوجائیں گے اور آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ ان کا سلوک اچھا نہیں ہوگا۔ حالانکہ مولانا آزاد اور جمعیۃ علماء نے بہتیرا سمجھایا کہ دیکھو یہ بات نہیں ہے، مان جاؤ، ضد نہ کرو، لیکن مسلمان تو محمد علی جناح کو بھی، جو آئی این سی کے لیڈروں کے رویہ سے دل برداشتہ ہوکر ولایت سدھار گئے تھے، متاثر کرچکے تھے یہ کہہ کر "قائد اعظم، ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ آئی این سی کی لیڈرشپ قابل اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ہندوستانی سماج کی رولنگ کلاس سے تعلق رکھتی ہے۔" بات جناح صاحب کی سمجھ میں آگئی، اس لیے کہ اس حقیقت سے وہ قدیم مسلم لیگیوں سے زیادہ باخبر تھے۔

رولنگ کلاس کون ہے؟

مگر پتہ نہیں مسلم لیگیوں کا زرخیز دماغ اس طرف کیوں نہیں گیا کہ جس رولنگ کلاس کے مزاج کا وہ ادراک رکھتے ہیں، پاکستان بن جانے کے بعد وہ کیا طرز عمل اختیار کرے گی۔ کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ ہر حکمراں طبقہ کو ایک دشمن کی ضرورت ہوتی ہے، اسے نقصان پہنچا کر ختم کرنے کے لیے نہیں بلکہ اپنے آپ کو حکمراں بنائے رکھنے کے لیے اور ہندوستان کا حکمراں طبقہ یعنی رولنگ کلاس وہ نہیں ہے جو سیاسی حکومت کا نظم وانصرام چلاتا ہے بلکہ جو پوری سوسائٹی کو کنٹرول کرتا ہے، عام زندگی کے ہر شعبہ پر قابض ہوتا ہے۔ حکومت بظاہر کسی بھی سیاسی پارٹی کی ہو، بنیادی اقتدار اسی کلاس کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور یہ کلاس ہے سماجی نظام کے بانیوں اور اسے چلانے والوں کی۔ واقعہ یہ ہے کہ برطانوی دور میں بھی یہ اقتدار اسی طبقہ کے ہاتھ میں تھا۔ پھر کیا یہ مسلم لیگی نہیں دیکھ رہے تھے کہ اس طبقہ نے کس قدر کمال ذہانت سے یہاں کے انسانوں کی بہت بڑی اکثریت کو نیچ قرار دے کر اس پر اپنی برتری قائم کر رکھی ہے اور یہ کہ آزاد ہندوستان میں اس سماجی اقتدار کے ساتھ ساتھ سیاسی اقتدار بھی پوری طرح اس کے ہاتھ میں آجائے گا۔

ساڑھے اکسٹھ سال کی تاریخ

شاید مسلم لیگ کی قیادت نے سوچا ہو کہ آزاد ہندوستان کی رولنگ کلاس کو ایک دشمن تو ہندوستانی مسلمانوں کی شکل میں مل ہی جائے گا، کم از کم پاکستانی تو آرام سے رہیں گے۔ لیکن آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ وہ کتنے آرام سے ہیں اور پچھلے تقریباً باسٹھ برسوں میں کتنے آرام سے رہے۔ اگر چند وڈیروں اور جاگیرداروں کے آرام کو آرام کہا جائے تو برصغیر کے مسلمان اسے آرام تسلیم نہیں کرتے۔ دراصل پاکستان چاہنے والوں نے اجتماعی طور پر محسوس نہیں کیا یا جان بوجھ کر صرف نظر کیا کہ مسلم لیگ کو مطالبہ پاکستان کی طرف بتدریج ڈھکیلا جارہا ہے۔ پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کی نہیں، یہاں کی رولنگ کلاس کی ضرورت تھی۔ لیکن اگر کسی کو یہ خیال غیر معقول محسوس ہو تو ساڑھے اکسٹھ سال کا حساب لگا کر دیکھ لے کہ قیام پاکستان سے کس کو کتنا فائدہ اور کس کو کتنا نقصان پہنچا۔ پاکستانی قوم آج کس حال میں ہے اور ہندوستانی مسلمان کن حالات سے گزرتے رہے ہیں۔ ایک طرف اگر پاکستان چاہنے والوں نے دانائی نہیں دکھائی تو تصور پاکستان کے مخالفوں نے بھی آزاد ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ضروری تحفظات کو یقینی نہیں بنایا۔ تحریک پاکستان کی تاریخ پر بہت ٹھنڈے دل اور نہایت پرسکون دماغ سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ (پ ر)

پولیس ریفارم کا مطالبہ

ملک میں بڑھتے ہوئے پرتشدد واقعات اور دہشت گردانہ کارروائیوں کے پیش نظر پولیس فورس کی جدید خطوط پر تنظیم نو کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے اس لیے کہ پولیس نہ تو ان واقعات پر قابو پانے میں کامیاب ہورہی ہے اور نہ ایسی کارگر کارروائی کرپارہی ہے کہ ان واقعات کو روکا جاسکے۔ پچھلے کچھ دنوں سے اس کا اظہار مختلف حلقوں کی جانب سے ہونے لگا ہے اور کہا یہ جارہا ہے کہ پولیس ریفارم وقت کی ایک اہم ضرورت بن گئی ہے، حالانکہ دہشت گردی کی روک تھام اور غیر قانونی سرگرمیوں کا گراف نیچے لانے کی غرض سے جو قوانین بنائے جارہے ہیں ان میں پولیس کا رول کلیدی ہوگیا ہے، ان تمام قوانین کی بدولت پولیس کے اختیار میں برابر اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے، لیکن حیرت ہے کہ ان سب کے باوجود پولیس غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام میں اب تک بری طرح ناکام رہی ہے، نہ وہ غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث افراد کا سراغ لگانے میں کامیاب ہورہی ہے نہ ان کی پیشگی اطلاع حاصل کرنے میں اسے کامیابی مل رہی ہے۔ نہ وہ ایسے پختہ انتظامات ہی کرپارہی ہے کہ دوبارہ اس قسم کے واقعات نہ ہونے پائیں، وہ جیسے تیسے معاملات کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کرتی ہے جس کی وجہ سے مسائل سلجھنے کے بجائے گتھیاں اور الجھتی چلی جاتی ہیں اور پولیس شکوک وشبہات کے گھیرے میں پھنستی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح اس پر قانون کی خلاف ورزی کا الزام بھی عائد ہوتا رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے بارے میں یہ تاثر بہت عام ہے کہ وہ عام لوگوں کو خواہ مخواہ پریشان کرتی ہے۔ اصل مجرموں پر تو ہاتھ ڈالنے میں وہ بری طرح ناکام رہتی ہے اور بے قصور لوگوں کو پریشان کرتی ہے۔ اس کے لیے پولیس فورس کی موجودہ ہیئت اور نظام کو قصوروار ٹھہرایا جارہا ہے۔ پولیس کو قانون کا محافظ ہونا چاہیے، اسے عام لوگوں کا بہی خواہ، خدمت گزار ہونا چاہیے لیکن ایسا بالکل نہیں ہے۔ آج پولیس کی جو تصویر لوگوں کے ذہنوں میں ہے وہ قانون توڑنے والوں اور خونخوار وحشیوں کی ہے۔ پولیس والے آج صرف قانون توڑنے کے ہی مرتکب نہیں ہورہے ہیں بلکہ سنگین جرائم میں ملوث پائے جانے لگے ہیں، اس قسم کے ایک دو نہیں ان گنت واقعات ہیں اور آئے دن ہورہے ہیں۔

دیکھا یہ جارہا ہے کہ پولیس ہر حال میں قانون کے ماتحت رہنے کے بجائے ایک طرف تو اپنے سیاسی آقاؤں کے اشاروں پر رقص کرنے لگی ہے تو دوسری طرف جرائم پیشہ اور سماج دشمن عناصر کی مرضیات کو پورا کرنے والی بن گئی ہے۔ تو یا اس کے چھتر چھایہ میں آج مجرم پل بڑھ رہے ہیں اور جرائم کی آبیاری ہورہی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ سماج سے جرائم کا خاتمہ ہی نہیں ہورہا ہے۔ اگر پولیس فورس کو اپنی ذمہ داریاں اور اپنے مقام وحیثیت کا احساس ہوتا تو وہ ایسا کبھی نہیں کرتی لیکن اب اس کے اندر ذمہ داریوں کے احساس کا زبردست فقدان ہوگیا ہے۔ پولیس انٹلی جنس کا نظام بھی بہت فرسودہ ہوچکا ہے۔ آج کیفیت یہ ہے کہ پولیس والے قانون نافذ کرنے کے بجائے زیادہ سے زیادہ مالی ومادی فوائد حاصل کرنا اور جمع کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی نظریں ہمہ دم اس پر رہتی ہیں۔ وہ ترقی حاصل کرنے کے لیے قانون کو توڑنے سے بھی باز نہیں آتے۔ آج کی پولیس فورس کرپشن میں لت پت ہوچکی ہے، بسا اوقات

باقی صفحہ ۸ پر

دوہرے معیار نے ہی مسئلہ فلسطین کو جنم دیا ہے

مولانا اسرار الحق قاسمی

غزہ پر اسرائیلی درندگی کا بھیانک سلسلہ پھر شروع ہوگیا ہے۔ اس بار اسرائیل مزید جارح و جابر نظر آرہا ہے۔ پچاسوں طیاروں کے ذریعے کئی سو سے زائد مقامات پر بم اور میزائل برسا کر گزشتہ دو تین دنوں میں چار سو سے زائد معصوم فلسطینیوں کو جاں بحق اور دو ہزار سے زیادہ کو شدید زخمی کرچکا ہے۔ تباہی و بربادی کے سلسلے کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے وہ غزہ پر زمینی حملوں کے لئے بھی پر تول رہا ہے۔ اس بات کو صیغۂ راز میں رکھنے کی بجائے اسرائیل بہ بانگ دہل زمینی حملے سے متعلق اپنے ناپاک ارادے کا اظہار بھی کررہا ہے۔ ساری دنیا میں اسرائیل کے اس سفاکانہ قدم پر مذمت اور صدائے احتجاج بلند کی جارہی ہے۔ اقوام متحدہ سمیت بعض ممالک بھی اسرائیل کی تازہ ترین جارحیت پر تشویش کا اظہار کررہے ہیں۔ عرب ممالک میں بھی بے چینی پائی جارہی ہے لیکن احتجاجوں، مظاہروں، مذمتوں اور بیانوں سے لاپروا ہوکر اسرائیل پر معصوم فلسطینیوں کے قتل عام کا جنون سوار ہے۔ غالباً اس لئے کہ اسے یقین ہے کہ نہ نہتے اور پریشان حال فلسطینی عوام اس کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ پڑوسی عرب ممالک اس کی راہ میں حائل ہوسکتے ہیں اور نہ ہی عالمی برادری اس کے خلاف کوئی عملی قدم اٹھانے کی جرأت کرسکتی ہے۔ امریکہ اور بعض ممالک کی جانب سے اس خیال کے سامنے آنے کے بعد کہ اسرائیل کے تازہ حملوں کی ذمہ داری حماس پر عائد ہوتی ہے۔ اسرائیلی رہنماؤں کو نہ صرف حوصلہ مل گیا ہے بلکہ اپنی جارحیت کو جاری رکھنے کا اشارہ بھی۔

اسرائیل کی فلسطین کے خلاف گزشتہ دو سال پر مبنی پر تشدد کارروائیوں پر غور کرنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس اثناء میں اسرائیل غزہ کو خاص طور پر ٹارگیٹ بنا رہا ہے۔ اس سال فروری میں بھی غزہ کی ناکہ بندی کی گئی تھی، اشیائے خوردنی کے تمام راستوں کو بند کردیا گیا تھا اور بجلی کاٹ دی گئی تھی جس کے باعث غزہ کے لوگوں کو اندھیرے میں فاقہ کشی کے عالم میں رہنا پڑا تھا۔ غزہ پر پے در پے حملوں کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اسرائیل حماس کی جڑوں کو اکھاڑ دینا چاہتا ہے اور برسر اقتدار حماس کا زیادہ زور اسی علاقے میں ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ حماس کو نشانہ بنانے کی وجہ سے امریکہ اور اس کے حلیف ممالک کی حمایت اسرائیل کو حاصل ہورہی ہو۔ کیونکہ امریکہ، اسرائیل اور دیگر بعض مغربی ممالک حماس کو دہشت گرد گروپ خیال کرتے ہیں اور اسے حکومت میں دیکھنا تو دور کی بات صفحۂ ہستی پر بھی نہیں دیکھنا چاہتے۔ فلسطین سے حماس کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے اگرچہ وہ پہلے ہی سے جدوجہد کررہے ہیں تاہم ۲۰۰۶ء کے انتخابات میں حماس کی واضح فتح کے بعد ان کی کوششیں اور زیادہ تیز ہوگئی ہیں۔ حالات کا تقاضا تو یہ تھا کہ بیرونی ممالک بھی حماس کی حکومت کو تسلیم کرتے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا، اس کے برعکس شکست خوردہ ''الفتح'' پارٹی کی حمایت کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ مسئلہ فلسطین کے حل سے متعلق سرکاری سطح کی بات چیت میں بھی حماس کو نظرانداز کیا گیا۔ ان ممالک نے اس بات کی بھی کوشش کی کہ حماس اور الفتح کے درمیان اختلافات خونریزی کے واقعات کی شکل میں تبدیل ہوجائیں تاکہ جہاں ایک طرف فلسطینی باہم دست و گریباں ہوں وہیں دوسری طرف حماس کے وجود کو بھی ختم کیا جاسکے۔ اگر یہ ممالک برسر اقتدار پارٹی کی حکومت کو تسلیم کرتے اور اس کے ساتھ گفت وشنید جاری رکھتے تو امن مساعی جاری رہتی۔ برسر اقتدار پارٹی کے ساتھ بات چیت کے سلسلے کو یا تو اس لئے جاری نہ رکھا گیا کہ یہ ممالک دراصل فلسطین میں امن چاہتے ہی نہ تھے یا پھر وہ یہ سمجھتے تھے کہ اپنے من چاہے سمجھوتے لئے ہو، وہ حماس کو مجبور نہیں کرسکتے تھے۔ قطع نظر اس کے کہ حماس کے ساتھ مذاکرات کا عمل جاری رکھنا مناسب تھا یا نہیں؟ سردست یہ سوال زیادہ اہمیت کا حامل معلوم ہوتا ہے کہ کیا کسی گروہ کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے معصوم لوگوں کے قتل عام کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے اور اسرائیل کے حالیہ حملوں کی درپردہ حمایت کئے جانے کو درست کہا جاسکتا ہے؟۔

مسئلہ فلسطین پر گہری نظر ڈالنے کے بعد یہ تلخ سچائی سامنے آتی ہے کہ عالمی طاقتوں کے دوہرے معیار نے ہی مسئلہ فلسطین کو جنم دیا ہے اور وہی اس کو جاری رکھے ہوئے ہے اور جب تک اس بابت انصاف سے کام نہیں لیا جائے گا اس وقت تک یہ مسئلہ حل بھی نہیں ہوسکے گا۔ اگر عالمی طاقتیں چاہتیں تو اس مسئلہ کو وجود میں ہی نہ آنے دیتیں۔ بیسویں صدی کے آغاز میں جب یہودی فلسطین میں بس رہے تھے تو اس وقت کی عالمی و مؤثر کن طاقتیں ان کی پشت پناہی کررہی تھیں۔ اس وقت مقامی آبادی کی طرف سے غم وغصہ کا اظہار کیا جارہا تھا مگر عالمی طاقتوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہورہا تھا۔ اس کے بعد جب یہودیوں اور عربوں کے درمیان آئے دن تنازعات کھڑے ہورہے تھے تب بھی مغربی ممالک سوچ سکتے تھے کہ مشرق وسطیٰ میں امن قائم رکھنے کے لئے یہودیوں کو فلسطین میں بسنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس کا ثبوت ۱۹۲۰ء، ۱۹۲۱ء، ۱۹۲۹ء، ۱۹۳۶ء اور ۱۹۳۹ء میں عربوں اور یہودیوں کے درمیان رونما ہونے والے متعدد فسادات اور وجود میں آنے والی تحریکات ہیں مگر مغربی ممالک نے مقامی لوگوں کی صدائے احتجاج پر بالکل بھی غور نہیں کیا۔ بلکہ وہ اسی پر اڑے رہے کہ خطۂ فلسطین میں یہودیوں کا ایک ملک بنا دیا جائے۔ دوسری جنگ عظیم کا زمانہ شروع ہوچکا تھا۔ اس لئے کسی ملک کو وجود میں لانا ان کے بس میں نہ تھا البتہ جیسے ہی جنگ ختم ہوئی اور اقوام متحدہ کی بنیاد پڑی، وقت کو طول دیے بغیر ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ نے فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی اجازت دے دی۔ جس میں ۵۶ فیصد یہودیوں کو دیا گیا اور بقیہ فلسطینی عربوں کے حصے میں آیا۔ چونکہ یہ فیصلہ یہودیوں کے حق میں تھا، اس لئے ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا اور ان کے لیڈران نے اسے فوراً قبول کرلیا لیکن فلسطینی عرب رہنماؤں نے اسے رد کردیا۔ اسرائیل نے عالمی طاقتوں کے اشارے کو دیکھتے ہوئے ۱۴/مئی ۱۹۴۸ء کو اپنی خودمختاری کا بھی اعلان کردیا۔ اس پر مصر، لبنان، شام، جارڈن اور عراق میدان میں سامنے آگئے مگر جس ملک کے پیچھے عالمی طاقتیں ہوں اس کے سامنے کیا کرتے۔ ۱۹۴۸ء کے بعد دہائیوں تک عرب ممالک نے اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے وجود کے فیصلے کو فریقین اور پڑوسی ممالک کی رضامندی کے بغیر زبردستی تھوپا گیا تھا۔ مغربی طاقتوں نے اس وقت بھی ناانصافی سے کام لیا جب اسرائیل نے ۵۶ فیصد سے آگے بڑھنے کی ناپاک کوشش کی۔ ۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے جارڈن کی طرف سے مغربی کنارے، مصر کی طرف سے غزہ پٹی، پرانے شہر کے ساتھ مشرقی یروشلم اور اس کے مقدس مقامات پر تسلط جمالیا۔ اگر اسرائیل کو فلسطین میں مداخلت کرنے سے باز رکھا جاتا تو بھی شاید حالات اتنے سنگین نہ ہوتے۔ کیونکہ مغربی کنارہ اور غزہ پٹی پر قبضے کے بعد اسرائیل اور فلسطین کے درمیان نئے تنازعہ نے جنم لیا۔ وہ پناہ گزیں مسلمان بھی شدید حالات کے شکار ہوئے اور ہورہے ہیں۔ جنھیں یہودیوں نے اسرائیل سے باہر کردیا تھا۔ آخر سات لاکھ سے زیادہ فلسطینی جو ۱۹۴۹ء میں اسرائیل میں رہتے تھے، اسرائیل سے نکالے جانے کے بعد کہاں جائیں۔ فلسطینی رہنما اس سلسلے میں کہتے رہے ہیں کہ جو لوگ ۱۹۴۸ء یا ۱۹۶۷ء سے پہلے اسرائیل میں بود و باش اختیار کئے ہوئے تھے انہیں دوبارہ وہاں جانے کا حق ملنا چاہئے۔ لیکن اسرائیل کے درمیان ہونے والی جھڑپوں وجنگوں میں جتنا نقصان فلسطین کو اٹھانا پڑا ہے اس کا عشر عشیر بھی اسرائیل کو نقصان نہیں ہوا۔ کیونکہ اسرائیل نے صرف ان لوگوں کو ہی نشانہ نہیں بنایا جو مزاحمت کررہے تھے بلکہ معصوم لوگوں کو حتیٰ کہ عورتوں اور بچوں پر بھی تشدد کیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسرائیل کے حالیہ حملوں میں بڑی تعداد میں بچے اور عورتیں اور معصوم لوگ جاں بحق اور زخمی ہوئے ہیں۔ اسی طرح گزشتہ سال ۲۰۰۷ء میں اسرائیلی تشدد کے نتیجے میں ۴۳ بچوں سمیت ۳۹۶ فلسطینی جاں بحق ہوئے تھے۔ جبکہ فلسطینیوں کی جانب سے کئے جانے والے ردعمل میں ہلاک ہونے والے اسرائیلیوں کی تعداد صرف تیرہ رہی جس میں کوئی بھی بچہ شامل نہیں تھا۔

ان اعداد وشمار سے جہاں یہ واضح ہوتا ہے کہ اسرائیل عام شہریوں کو بڑھ چڑھ کر قتل کرتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فلسطین کے مزاحمتی گروپ کی جانب سے کی گئی کارروائیوں میں عمومی طور پر عام شہریوں کو نشانہ نہیں بنایا جاتا۔ ۲۰۰۶ء میں اسرائیلی تشدد میں ۱۲۷ بچوں سمیت ۶۷۸ فلسطینیوں کی موت سے بھی اسی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ جبکہ دوسری جانب مرنے والے اسرائیلیوں کی تعداد دو بچوں سمیت پچیس رہی۔ ۲۰۰۵ء میں اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں ۵۲ بچوں سمیت ۲۱۶ فلسطینی جاں بحق ہوئے تھے۔ ۲۰۰۱ء میں اسرائیلیوں نے ۸۳ بچوں سمیت ۲۹۷ فلسطین کے لوگوں کو مار ڈالا تھا۔ دوسری جانب فلسطینیوں کی جانب سے کی جانے والی کارروائیوں میں ۲۰۰۱ء کے سال میں ایک بھی یہودی بچہ قتل نہیں ہوا تھا۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ بچوں اور عورتوں اور عام شہریوں کو اتنے بڑے پیمانے پر مستقل نشانہ بنانا بھی انسانی حقوق کے علمبرداروں کے لئے باعث تشویش نہیں۔ عالمی برادری نے بھی اسرائیل کو کبھی اس بات کے لئے مجبور نہ کیا کہ وہ بچوں وعورتوں کے قتل سے باز آئے۔ المیہ یہ ہے کہ ایک طویل عرصے کے بعد بھی ایسے امکانات نظر نہیں آتے جن سے مستقبل قریب میں مشرق وسطیٰ میں قیام امن کی امید کی جاسکے۔ ●●

خدایا! ساتھ دینے والوں کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں

تحریر: سعید حارب / ترجمہ: محی الدین غازی

صہیونیت نے کبھی بھی یہ نہیں چاہا کہ کوئی سال گزر جائے اور اس کے اوراق فلسطین کی عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کے خون سے رنگین نہ ہوں، غزہ کا حالیہ مقتل بھی صہیونی قتل گاہوں کے رجسٹر میں درج کرلیا جائے گا اور سلسلہ اس کے بعد بھی رکنے والا نہیں ہے خواہ فلسطینی اپنے حقوق سے کتنا ہی دستبردار ہوجائیں اور کتنی ہی پابندیوں کو قبول کرلیں۔ اگر جو کچھ ہورہا ہے اس کی وجہ تحریک مزاحمت کے راکٹ ہیں تو کوئی بتائے کہ گزشتہ چھ ماہ سے جبکہ جنگ بندی تھی اور راکٹوں کا کوئی سلسلہ نہیں تھا، کیا صہیونی زیادتیاں تھم گئی تھیں؟

صہیونیوں نے راکٹوں سے پہلے بھی فلسطینی معصوم بچوں کا قتل روا رکھا، اور اس کے بعد بھی وہ باز آنے والے نہیں ہیں۔ اس سے پہلے بھی انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ راکٹوں کا سلسلہ رک جائے تو وہ حصار اٹھالیں گے، مگر پھر کیا ہوا؟ محاصرہ جوں کا توں برقرار رہا، غزہ کو جانے والے راستے بند رہے، صرف وہ راستے کھولے گئے جو مقبوضہ علاقے کی طرف کھلتے تھے یا وہ جو مصر کو جاتے تھے اور پھر ان سے بھی اتنا ہی غذائی سامان اور دوائیں لے جانے کی اجازت تھی جو بسمل کی سانسیں برقرار رکھے، تاکہ وہ دم نہ توڑ دے اور ایذا رسانی کا سلسلہ جس قدر ہوسکے دیر تک چلے اور انسانوں کو خون میں نہاتا ہوا دیکھ کر شیطانی جذبات کو تسکین ملتی رہے۔

مسئلہ حماس سے جڑا ہوا نہیں ہے، نہ فتح سے نہ جہاد سے اور نہ شعبیت سے اور نہ ہی کسی اور فلسطینی تنظیم سے۔ مسئلہ کا تعلق تو بس ایک قوم سے ہے جس کا نام فلسطینی قوم ہے۔ بس یہی قوم صہیونی مذبح خانے کو مطلوب ہے۔ ساٹھ سال کا دور غلامی بیت جانے کے بعد جبکہ اس دوران اس کو جلاوطن بھی کیا گیا، منتشر بھی کیا گیا، باہم دست وگریباں بھی کیا گیا، وطن کے اندر اور باہر اس کے خون سے ہولی ہر سال کھیلی گئی، مگر اس کے جذبہ مزاحمت کی پختگی میں فرق نہ آیا، آزادی کی جستجو اب بھی جوں کی توں ہے۔ ساٹھ سال سے سازشیں رچی گئیں، خیانتیں ہوئیں، خود حوالگی کے معاہدے مسلط کئے گئے، مگر اس غیور قوم کے جسم میں زندگی اس طرح دوڑ رہی ہے کہ قصاب حیران ہے کہ شہ رگ کے بعد اور کیا کاٹا جائے اور چھری کب تک پھیری جاتی رہے، ساٹھ سال سے دہائیاں دی گئیں، معرکے برپا ہوئے، کانفرنسیں ہوئیں، قراردادیں پاس کی گئیں، مگر فلسطینیوں کے اس یقین میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی کہ ایک ارض وطن پر ان کا بھی حق ہے۔ وہ اب بھی وہاں لوٹنے کے خواب اسی چاؤ سے دیکھتے ہیں جس طرح مہاجر پرندے اپنے گھونسلوں کی واپسی کا خواب دیکھا کرتے ہیں۔

ساٹھ سال بیت گئے، بیٹوں کی کوتاہیوں، بھائیوں کی ہمت شکنیوں اور دوستوں کی تماش بینیوں پر، لیکن یہ قوم ابھی بھی یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اسے اپنے حق سے دستبردار ہوجانا چاہئے۔

غزہ کی خونریزیوں میں صرف صہیونی ہاتھ رنگین نہیں ہیں، بلکہ تلاش کی جائے تو کچھ عربی بولنے والے ہاتھ بھی خون آلود نظر آئیں گے۔ بعض عرب اب یہ نہیں چاہتے کہ فلسطین جیسی کسی چیز کا نام ان کے کانوں سے ٹکرائے، وطن کی آزادی کا ترانہ ان کی سمع خراشی کرے اور ایک قوم کی اپنے گھر واپسی کا تذکرہ تک کیا جائے۔ ان کی خواہش ہے (شاید صہیونیوں سے زیادہ شدید خواہش) کہ یہ فائل اب بند کردی جائے اور دن کے اختتام پر وہ پرسکون، بستروں پر لوٹ جائیں۔ بہت سارے لوگ مسئلہ اور اہل مسئلہ سے اکتا چکے ہیں۔ اب وہ داد عیش دینا چاہتے ہیں محض داد عیش۔ اسی لئے جب ان کے کانوں سے فلسطین، حقوق یا مزاحمت جیسے الفاظ ٹکراتے ہیں تو ان کی رگیں پھول جاتی ہیں۔ لیکن جب غزہ میں یا مغربی کنارے پر یا قدس میں فلسطینی خون بہتا ہے تو چہرے کے پانی حفاظت کے لئے کچھ اظہار مذمت کردینے میں بھی کیا مضائقہ ہے۔

مسئلہ حماس میں یا جہاد میں یا قومیت یا دوسری فلسطینی تنظیموں میں نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں، یہ ساری تنظیمیں فلسطینی قوم کے ہی بطن سے پیدا ہوئی ہیں، بلکہ مسئلہ خود اس قوم میں ہے جو مکمل حوالگی کے لئے آمادہ ہوکر نہیں دیتی۔ اور اسی لئے تحریک مزاحمت کی قیادت کرنے والوں کی سرکوبی ضروری ہے۔ جسے یقین نہ آئے وہ کچھ عربوں کی اس خواہش پر نظر ڈال سکتا ہے۔ ۱۹/دسمبر کے ایڈیشن میں متحدہ عرب امارات کے روزنامہ الخلیج میں ایک خبر چھپی، جس میں بتایا گیا کہ اسرائیل کی طرف سے یہ خبریں آرہی ہیں کہ اسرائیلی حکومت کو کچھ عالی مقام عرب مجالس سے خطوط موصول ہوئے ہیں، جن میں اسرائیل کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ غزہ کے علاقے میں قاتلانہ کارروائیوں کو دوبارہ شروع کرے اور حماس کی سیاسی اور عسکری قیادتوں کو نشانہ بنائے۔ اسرائیلی اخبار معاریف کے مطابق بعضوں نے حماس کی قیادت کی سرکوبی کا مطالبہ کیا ہے۔

اخبار کے مطابق اگر متعلقہ اداروں کی طرف سے حماس کی قیادت کا صفایا کرنے کا فیصلہ ہوجاتا ہے تو حماس کی سیاسی شخصیات بھی نشانہ بنیں گی، جن میں سرفہرست اسماعیل ہنیہ ہیں جو برطرف کردہ حکومت کے سربراہ ہیں۔ سعید صیام جو وزیر داخلہ ہیں اور محمود زہار جو حماس کے اہم لیڈر ہیں، عسکری شخصیات میں جو لوگ نشانے پر ہیں ان میں حماس کے عسکری بازو کے لیڈر احمد الجعبری، ابراہیم غندور اور محمد ضیف بطور خاص ہیں۔ مؤخرالذکر پر سابق میں کئی قاتلانہ حملے ہوچکے ہیں۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسرائیل کی طرف سے اس طرح کی خبروں کی اشاعت فلسطینیوں اور عربوں کے درمیان خلیج بڑھانے کے لئے بھی ہوسکتی ہے، جی تو چاہتا ہے کہ ایسا ہی ہوا ہو، مگر زمین پر جو کچھ ہورہا ہے وہ تو ان خبروں کی تصدیق ہی کرتا ہے۔ ایک طرف سرکوبی کی کارروائیاں فلسطین کے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں تک کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں اور دوسری طرف عرب اور ان کے ساتھ ساری دنیا مذمتیں کرتے اور پرامن رہنے کی اپیلیں کرتے نہیں تھکتیں، ایسا لگ رہا ہے کہ جو کچھ بھی ہورہا ہے وہ کسی سڑک پر کوئی جھگڑا یا ہوٹل میں بیٹھے دو لوگوں کے درمیان کسی طرح کی تکرار ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، کوئی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ صہیونیوں کو صرف حماس کے قائدین مطلوب ہیں۔ کیونکہ زیادتیاں تو اس وقت بھی تھیں جب حماس کا وجود نہیں تھا اور حماس کے بعد بھی وہ جاری رہیں گی، فلسطین پر قبضے کے بعد روز اول سے آج تک صہیونیوں کی وحشیانہ خونریزیاں جاری ہیں اور اگر آج حماس اس کی وجہ ہے تو کوئی بتائے کہ ان صہیونیوں نے یاسر عرفات کو اوسلو معاہدے سے ان کے مرنے تک کیا دیا؟ کیا صہیونیوں نے ان تمام معاہدوں میں سے جن پر انھوں نے میڈرڈ، واشنگٹن، اوسلو اور شرم الشیخ وغیرہ میں دستخط کئے کسی معاہدے کو پورا کیا؟ حالانکہ ان معاہدوں نے یہودیوں کو وہ سب کچھ دیا تھا جو انھوں نے مانگا اور فلسطینیوں کے حصے میں تو صرف وعدے آئے تھے۔

اگر آج صہیونی غزہ میں جرائم کا ارتکاب کررہے ہیں تو ان کے ساتھ کچھ عرب بھی ہیں۔ غزہ کا محاصرہ کرنے میں وہ ان کے ساتھ ہیں، فلسطینیوں کو بھوکا مارنے میں کہ نوبت مویشیوں کا دانہ کھانے تک آچکی ہے، وہ ان کے ساتھ ہیں۔ مظالم کو درست قرار دینے میں وہ ان کے ساتھ ہیں، فلسطینیوں کے درمیان اختلافات بھڑکانے میں وہ ان کے ساتھ ہیں، وہ اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتے ہیں جب آپ کو حقیقت پسندی اور معقولیت کا رویہ اختیار کرنے کا درس دے رہے ہوتے ہیں اور اس وقت بھی جب وہ کسی وہمی کھونٹی کو ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں جس پر تمام تر جرائم اور مظالم کی ذمہ داریاں ڈال دیں۔

ہر اس آتشیں گولے میں وہ ظالم صہیونیوں کے ساتھ ہیں جو معصوم کی تباہی کا پیغام لاتا ہے۔ خون کے ہر اس قطرے میں ان کے ساتھ ہیں جو ارض فلسطین کو لالہ زار بناتا ہے۔ اس بچے کی چیخ میں بھی وہ ان کے ساتھ ہیں جو بھوک کی تکلیف اور زخم کی اذیت سے چلاتا ہے اور اس بیمار کی موت میں بھی ان کے ساتھ ہیں جو دوا نہیں ملنے پر جاں بحق ہوجاتا ہے۔

وہ ان سب چیزوں میں ان کے ساتھ ہیں۔ خدایا ساتھ دینے والوں کی آنکھیں کبھی ٹھنڈی نہ ہوں۔ ●●

منافقانہ کردار کی جھلکیاں اور ہم

مولانا اسجد قاسمی ندوی

نفاق افراد و اقوام کی زندگی میں انتہائی خطرناک اور زہر آلود اخلاقی انحراف اور پست کردار پیدا کرنے والا روگ ہوتا ہے۔ اعلیٰ مذہبی اقدار کو اندر ہی اندر اس سے گھن لگتا چلا جاتا ہے۔ اخلاقی اصلاح کی تمام کوششیں اس کی خفیہ زہرناکی سے پاور ہوا ہوجاتی ہیں۔ تمام تعمیری سرگرمیاں اس کی انتہائی مخفی اور منظم تخریبی قوت کی وجہ سے دم توڑ دیتی ہیں۔ نفاق اور جھوٹ کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور بغور جائزہ لیا جائے تو بزدلی، نفع پرستی، زرطلبی، حق وصداقت کا انکار، اشاعت حق کی مہم میں رخنہ اندازی اور دلوں میں دوری کے تمام زہر آلود عناصر اگر کسی فرد بشر میں اکٹھے ہوجائیں تو اس کی فکری وعملی اور اخلاقی تصویر کشی کے لئے اگر کوئی لفظ موزوں ترین ہوسکتا ہے تو وہ صرف اور صرف ''نفاق'' ہے۔ نفاق پیشہ انسان بیک وقت حق وصداقت کے علمبرداروں سے اپنے کو جوڑے رکھتا ہے اور باطل پرست افراد سے بھی سانٹھ گانٹھ رکھتا ہے اور ایسا صرف نفع اندوزی کے سوداگرانہ مزاج کی بدولت ہوتا ہے۔ جب اور جہاں جس سے نفع کی توقع ہوتی ہے، پھر جاتا ہے اور اپنے تعلقات کو کیش کرالیتا ہے۔ مذہبی بننے میں منافع ملتے ہوں تو پھر اپنا انداز کچھ یوں بنا لیتا ہے کہ دین ومذہب کا اس سے بڑھ کر پابند کوئی نہیں۔ مذہب مخالف بننے میں فائدے ملتے ہوں تو پھر اس کی ہر ہر گفتار ورفتار سے مذہب کی مخالفت ظاہر ہوتی ہے۔ ہندوستان کی موجودہ صورتحال میں مسلمانوں کی صفوں میں ایسے بہت سے بزعم خویش قوم کے ہمدرد وبہی خواہ مل جائیں گے جو ایک طرف اپنی دینداری اور تقدس کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف کوئی افتاد آتی ہے تو ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ میڈیا اور متعصب خیمہ جو فکر رکھتا ہے وہی ان ''ہمدردوں'' کی زبان پر آجاتی ہے اور ع ''چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی''، کے مصداق وہ باغبان اور صیاد دونوں کو خوش رکھنے میں لگے رہتے ہیں، اب اس طرز عمل کو نفاق اور دوغلے پن کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ قرآن کریم میں ایسی شیطانی ذہنیت رکھنے والے افراد کے اوصاف و کردار کا ایک آئینہ پوری انسانیت کے سامنے رکھا گیا ہے اور مقصد یہی ہے کہ اس آئینے میں اپنا رخ کردار بھی دیکھا جاسکے اور سماج کا جائزہ بھی لیا جاسکے، تاکہ اصلاح اور احتیاط اور دفاع و مقابلے کی راہیں آسان ہوسکیں، اور خطرات سے تحفظ کیا جاسکے۔

(۱) زبان اور دل کی ناموافقت نفاق پیشہ افراد کی سب سے بڑی شناخت ہے۔ زبان کے بول اور دل کے جذبات میں ہم آہنگی کا فقدان مسلم سماج کا بہت بڑا مرض بنتا جارہا ہے۔ مدعیٔ ایمان سماج کی شناخت، اخلاص اور'' قول وعمل کی ہم آہنگی'' کی بجائے ''زبان وقلب کی ناموافقت'' سے ہو، یہ بے حد خطرناک امر ہے۔

(۲) ہر قول اور ہر عمل کے ذریعے اہل حق کو دھوکہ دینے کا مزاج، تاکہ باطل پرستوں سے فوائد حاصل کئے جاسکیں، یہ نفاق کی بہت نمایاں علامت ہے۔ قرآنی بیان کے مطابق یہ مزاج انسان کو تباہی اور ذلت کے عمیق غار میں ڈال دیتا ہے اور یہ مفید تو کجا، بے حد ضرر رساں ثابت ہوتا ہے۔

(۳) دل کی مُردنی اور ظلمت منافق افراد کا لازمۂ حیات بن جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ظلمت دل چیر کر تو نہیں دیکھی جاسکتی، لیکن دل کی اس ظلمت کا ظہور ایسے افراد کے چہرے اور کردار سے ضرور ہوجاتا ہے۔ ہمہ وقت حصول نفع کی فکر وطمع اور نفع حاصل نہ ہونے کا دھوکہ اور خدشہ، ہر لحہ اپنے بے نقاب ہوجانے کا ڈر، یہ سارا عذاب بجائے خود ظلمت قلب کی علامت ہوتا ہے اور فی الواقع یہ ایسے افراد پر خدائی مار ہوتی ہے جس سے کوئی مفر نہیں۔

(۴) روئے زمین میں عملی اور زبانی فساد انگیزی اور شرانگیزی صفت نفاق کا مطلوب تقاضا ہے۔ چنانچہ درست کو غلط اور نادرست کو صحیح کہنے کا مزاج اسی کی دین ہے۔ ایسے لوگوں کی صداقت کی تکذیب میں اور مفروضات کی تائید وتصدیق میں کوئی باک نہیں ہوتا۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ وہ اپنے کو بہلانے کی خاطر یا دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنی تمام تخریبی سرگرمیوں کو عین تعمیری اور اصلاحی عمل قرار دیتے ہیں اور ان کا نفاق کرشمہ ساز خرد کو جنوں، اور جنوں کو خرد کا نام دینے سے کبھی ہچکچاتا بھی نہیں ہے۔

(۵) عقل صحیح اور قلب سلیم کی دولت لازوال سے تہی دامن ہونے کے باوجود اپنے کو انتہائی دانشمند وزیرک باور کرنا اور حق وراستی کے علمبردار سچے اور کھرے افراد کو سوداگرانہ مزاج نہ رکھنے کی وجہ سے بے وقوف واحمق گردانتا ہر دور کے منافقین کا شیوہ رہا ہے۔ تاریخ کا تسلسل شاہد ہے کہ ہر زمانے میں دینی اقدار کی پاسداری نہ کرنے والے افراد کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ وہ دیندار افراد کو کم عقل سمجھتے ہیں اور انہیں زمانے کے تقاضوں اور آداب سے بے خبر قرار دیتے ہیں۔ جبکہ اللہ کی میزان عدل میں دینی اقدار سے اعراض کے ساتھ محض لذت دنیا کے حصول کے لئے مصروف رہنے والی عقل وذہانت بالکل بے وزن ہے اور محض لذت اندوزی کرنے والی شاطرانہ عقل و ذہن سے پاک دیندار افراد اللہ کی نگاہ میں کائنات کا سب سے بیش قیمت وجود اور سرمایہ ہیں۔

(۶) دوُرخاپن اور نفاق میں بہت گہرا ناطہ ہے۔ ہر دور میں منافق کئی چہرے رکھتا ہے، حق وصداقت کے پرستاروں کے لئے اس کا چہرہ الگ ہوتا ہے۔ جبکہ باطل پرستوں کے لئے اس کا چہرہ دوسرا ہوتا ہے۔ وہ بیک وقت ہر طرف سے منفعت چاہتا ہے اور اس کے لئے اسے اپنے اصلی چہرے پر نقاب لگانا پڑتا ہے۔

(۷) قلب وباطن کی غلاظت کے باوجود ظاہر کی خوش نمائی اور زبانی لفاظی سے دوسروں کو مرعوب ومتاثر کرنے کی کوشش منافقین کی نمایاں پہچان ہوتی ہے۔ قرآنی صراحت کے مطابق دیکھنے والوں کو ان کے جسم اچھے لگتے ہیں اور ان کا ظاہر بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح سننے والے ان کی سحر آفریں باتیں سنتے چلے جاتے ہیں۔ ملمع کاری اور لیپا پوتی کے کام میں ان کو مہارت حاصل ہوتی ہے۔ ان کا ظاہر بڑا دل فریب اور خوشنما ہوتا ہے۔ سیدھے سادے لوگ ان کی انہی ظاہر داریوں اور چکنی چپڑی باتوں سے متاثر ہوکر بہکاوے میں آجاتے ہیں اور بسا اوقات ان کی فکر کے حامل و ترجمان بن جاتے ہیں۔

(۸) اسلام دشمن افکار اور مسلم مخالف الزامات واتہامات کو خوبصورت الفاظ اور تعبیرات کے لباس میں اس طرح پھیلانے اور درست ثابت کرنے کی کوشش کہ سننے والے کہنے والوں کے اخلاص و دیانت پر شک بھی نہیں کرسکیں اور حسین اصطلاحوں اور لفظوں کے پیکر میں ڈھلی ہوئی اس دشمنانہ اور زہریلی فکر کو اپنے لئے آب حیات اور سودمند چیز سمجھ کر قبول بھی کرلیں۔ یہ مزاج شروع سے نفاق پیشہ افراد کا رہا ہے۔ ہمارے موجودہ حالات میں اور بالخصوص دہشت گردی کے مہیب سائے میں گزرنے والے ایام میں نہ جانے کتنے نام نہاد مسلم مفکرین ہیں جو اسلامی دہشت گردی کا نعرہ لگانے والی دشمنانہ مہم کو اپنے خوبصورت اور نظر فریب الفاظ وتعبیرات کے ذریعے طاقت پہنچانے کا کام کررہے ہیں۔ ہمیں ان کے اخلاص میں شک اور نیت پر حملے کا حق تو نہیں ہے، لیکن کیا ان کی یہ روش منافقانہ ذہنیت رکھنے والے افراد کی روش سے ہم آہنگ نہیں ہے؟ کیا وہ لاشعوری طور پر ہی سہی، منافقانہ مزاج کی ترجمانی نہیں کررہے ہیں۔ انہیں اس پہلو سے انتہائی سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ احتساب خویش ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ ہر شعبۂ زندگی اور ہر میدان عمل میں سمت سفر درست رکھنے کا یہی سب سے کامیاب طریقہ ہے۔ ●●

دعوت

۱۰ر جنوری ۲۰۰۹ء

مشکل مالی حالات

وزیراعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ نے جن کے پاس اس وقت مالیات کا محکمہ بھی ہے باشندگان ملک کو خبردار کیا ہے کہ وہ سخت معاشی حالات کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہیں۔ انھوں نے شیلانگ میں منعقدہ ۹۶ویں انڈین سائنس کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے۔ ساتھ ہی انھوں نے یہ کہا کہ اگلے مالی سال میں ہندوستان کی سالانہ شرح نمو سات فیصد کے آس پاس رہے گی۔ واضح رہے کہ اس سے ٹھیک ایک دن پہلے گرتی ہوئی یا کم از کم ڈانواڈول معاشی صورتحال کو سنبھالا دینے کے لئے حکومت کی طرف سے ایک پیکیج کا اعلان کیا گیا تھا۔ وزیراعظم نے مزید کہا کہ اس وقت دنیا کو جس مالی بحران کا سامنا ہے، ہندوستان پر بھی اس کے اثرات پڑ رہے ہیں یہ ایک قدرتی امر ہے۔ آج دنیا جس کساد بازاری سے گزر رہی ہے ہندوستان بھی اس سے متاثر ہو رہا ہے۔ اس کے باوجود حکومت کی یہ کوشش ہے اور آئندہ بھی رہے گی کہ عام لوگوں کو بہت زیادہ پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے، تاہم کچھ نہ کچھ دشواریاں تو انہیں اٹھانی ہی پڑیں گی۔ حکومت نے مالی پیکیج کا جو اعلان کیا ہے وہ انہی دشواریوں کو کم کرنے اور مالی بحران کے اثرات کو محدود رکھنے کی غرض سے کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ عالمی مالیاتی بحران کی وجہ سے ملک کو بھی ایک زبردست چیلنج کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ اس مالیاتی بحران پر کب تک قابو پایا جا سکے گا اور اس کا خاتمہ کب تک ہو سکے گا کسی کے لئے بھی فی الحال یہ کہنا مشکل ہے۔ اس لئے وزیراعظم نے باشندگان ملک کو پہلے سے ہی اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنے کو کہا ہے۔ وہ یہ بتاتے ہیں کہ گو کہ حکومت اس کی کوشش کر رہی ہے اور ہندوستان اس درجے میں اس عالمی مالیاتی بحران سے متاثر نہیں ہوا ہے جس درجے میں امریکہ اور یورپ ہوئے ہیں تاہم اس سے بالکل دور بھی نہیں رہ سکتا۔ اس کی زد تو اس پر بھی پڑے گی اور کل حالات کیا رخ اختیار کریں گے یہ بھی کہنا مشکل ہے تاہم بظاہر جو حالات ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مستقبل قریب میں اصلاح کے آثار نمودار ہونے والے نہیں ہیں اس لئے اگلا برس مشکلات بھرا ہوا سال ہو سکتا ہے۔ باشندگان ملک کو ذہنی طور پر اس کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

وزیراعظم نے کہا کہ حکومت ایسے قدم اٹھا رہی ہے جس سے عام لوگوں کی دشواریوں میں کمی ہو اور موجودہ مالی بحران کے اثرات کو محدود رکھا جا سکے، لیکن اس چیلنج کا مقابلہ ہر کسی کو مل جل کر کرنا پڑے گا اور ہر کسی کو اپنا حصہ ادا کرنا پڑے گا۔ جس طرح عام لوگوں کو مشکلات برداشت کرنی پڑیں گی اسی طرح اہل ثروت کو بھی اپنا حصہ ادا کرنا پڑے گا لہٰذا حکومت یہ چاہتی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری نبھائیں، اس طرح صنعت کاروں کو بھی تحقیق و ترقی کے امور پر توجہ صرف کرنی پڑے گی اور نئے امکانات و میدان تلاش کرنے پڑیں گے اور سرمایہ کاری کرنی پڑے گی، انہیں چاہئے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں اپنا سرمایہ لگائیں تاکہ روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوں اور ملک میں سائنس گریجویٹ کی جو بڑی تعداد پائی جاتی ہے اس کو روزگار مہیا کرایا جا سکے۔ اس طرح جوہری توانائی، خلائی ٹیکنالوجی اور دفاع سے متعلق امور بھی توجہ کے مستحق ہیں اگر ان میدانوں میں سرمایہ کاری کی گئی تو نہ صرف روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوں گے بلکہ ترقی کے نئے دروازے کھلیں گے اور نئے امکانات پیدا ہوں گے۔ انھوں نے زور دے کر کہا کہ جو مشکل حالات پیدا ہونے والے ہیں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے نجی زمرے کو بھی سامنے آنا چاہئے اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی چاہئیں۔ انھوں نے کہا کہ ایسی بے شمار سرکاری اسکیمیں ہیں جن کو حکومت اور نجی زمرے کے باہمی اشتراک اور تعاون سے شروع کیا جا سکتا ہے۔ اگر ان پر توجہ دی جائے تو آگے بڑھا جا سکتا ہے اور آنے والی پریشانیوں کا حل ڈھونڈ نکالا جا سکتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس حصہ داری سے بہت سی مشکلات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس سے امید ہے کہ کل جو سخت دن آنے والے ہیں ان کا بہتر انداز میں مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے یقین دلایا کہ حکومت سے جو کچھ بن پڑے گا وہ اس معاملے میں اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں چھوڑے گی، بلکہ ہر ممکن قدم اٹھائے گی اور حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سائنس کے میدان کے لئے قومی آمدنی کا جو حصہ مقرر کیا گیا ہے اس میں اضافہ کر کے اسے دوگنا کر دیا جائے گا، لیکن حالات کا بہتر انداز میں مقابلہ کرنے کے لئے شرط ہے کہ ہر کوئی اپنا اپنا حصہ ادا کرے۔

حیدرآباد بم دھماکوں کے اصلی ذمہ دار کون ہیں؟

بے قصور لوگوں پر مقدمہ چلا کر کہیں حقائق کی پردہ پوشی اور اصلی ذمہ داروں کو بچانے کی کوشش تو نہیں کی گئی۔ خطا کار پولیس اہلکاروں کے خلاف بھی کارروائی کا انتظام ہونا چاہئے

حیدرآباد کی ایک عدالت نے گزشتہ دنوں مکہ مسجد بم دھماکہ کیس میں مزید سترہ مسلم نوجوانوں کو جس طرح باعزت رہا کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پولیس کے مفروضے میں کوئی صداقت نہیں تھی۔ یا تو کسی سازش کے تحت یا مسلمانوں کو بدنام کرنے کی غرض سے اس کیس میں ۲۱ مسلمانوں پر مقدمہ چلایا گیا تھا جو دو قسطوں میں باعزت بری ہو گئے۔ یہ تو مکہ مسجد بم دھماکہ کا کیس ہے جو ۱۸ رمئی ۲۰۰۷ء کو ہوا تھا جس میں سولہ افراد ہلاک اور پچاس سے زائد زخمی ہوئے تھے۔ بم دھماکہ کے بعد احتجاج کرنے والے نمازیوں پر پولیس نے فائرنگ کی تھی جس سے متعدد نمازی شہید ہو گئے تھے۔ اس سے قبل ۲۵ر اگست ۲۰۰۷ء کے لمبنی پارک اور گوکل چاٹ بم دھماکہ کے کیس میں بھی عدالت نے پانچ مسلم نوجوانوں کو ناکافی شواہد کی بنا پر بری کر دیا تھا۔ دونوں مقدمات کے تمام ملزمان کے بری ہونے کے بعد اب یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ پولیس کس کو بچانا اور کس کو پھنسانا چاہتی تھی۔ دونوں مقدمات کو ختم کرانے اور حقائق پر پردہ ڈالنے کا ذمہ دار کون ہے؟۔

حیدرآباد کے مذکورہ بم دھماکوں میں جتنا جانی و مالی نقصان نہیں ہوا تھا اس سے کہیں زیادہ وہاں کے مسلمانوں کا جینا دوبھر ہو گیا تھا۔ مکہ مسجد بم دھماکے میں جتنے افراد ہلاک ہو گئے تھے اس کے بعد ہوئے مظاہرے کے دوران پولیس نے فائرنگ سے اتنے مسلمانوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ ۶۴ مسلمانوں کو اس کیس میں گرفتار کیا گیا تھا جنہیں پوچھ گچھ کے دوران سخت اذیتیں دی گئی تھیں۔ ان میں سے چن کر ۲۱ مسلمانوں کے خلاف عدالت میں مقدمہ بھی چلایا گیا جو ثبوتوں کے فقدان کے باعث دو قسطوں میں رہا ہو گئے۔ عدالت نے چار ملزمان کو نومبر میں بری کر دیا تھا اور بقیہ سترہ یکم جنوری کو رہا ہو گئے۔ کچھ اسی طرح کا حال لمبنی پارک اور گوکل چاٹ بم دھماکہ کیس کا بھی ہوا۔ اس کے بھی پانچوں ملزمان عبدالکلیم، محمد عبدالرؤف عرف عمران، شجاع الدین، محمد فصیح الدین اور محمد سہیل کو عدالت نے باعزت بری کر دیا حالانکہ ان کا نارکو ٹیسٹ ہوا اور پولیس نے اقبال جرم کا دعویٰ کر کے ان کے خلاف مقدمہ چلایا تھا۔ دہشت گردی کے دیگر معاملوں میں شہر کی عدالت بائیس مسلمانوں کو رہا کر چکی ہے۔

مذکورہ گرفتاریوں، اقبال جرم کے لئے ٹارچر کرنے اور زبردستی مسلم نوجوانوں کو دہشت گرد قرار دینے کی قصداً کوشش کی گئی تھی اور کسی کے اشارے پر کی گئی تھی تاکہ دہشت گردی کے معاملے مسلمانوں سے جڑے رہیں اور وہی بدنام ہوتے رہیں۔ یہ معمولی بات نہیں ہے کہ مذکورہ بم دھماکوں کے بعد ستر سے زائد مسلم نوجوانوں کو گرفتار کیا گیا تھا۔ جن میں ٹیکنیکل اور پروفیشنل کورسیز کے طلباء کے علاوہ آٹو رکشہ ڈرائیور اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدور تک بھی شامل تھے۔ جن کا کسی بھی معاملے میں ہم خیال ہونا اور ایک ساتھ جمع ہونے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا، لیکن حیدرآباد پولیس کے لئے کوئی چیز بعید نہیں ہے۔ اسے تو مزدور، ڈرائیور، پڑھے لکھے لوگ، ڈاکٹرس اور انجینئرس سبھی ایک ہی طرح نظر آتے ہیں۔ حقیقت میں کیس کی سب سے بڑی خامی یہی تھی۔

اب جبکہ مذکورہ دونوں مقدمات کے فیصلے ہو گئے، تمام ملزمان باعزت رہا ہو گئے اور مقدمات ایک طرح سے بند ہو گئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ پولیس کی غلطی تھی یا کسی کو بچانا مقصود تھا کہ بے قصور لوگوں کو گرفتار کر کے ان پر مقدمہ چلایا گیا کہ اگر ان کو سزا ہو جاتی ہے تو ٹھیک ہے اور رہا ہو جاتے ہیں تو فائل بند ہو جائے گی اور اصلی ذمہ دار بچ جائیں گے۔ دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں کو بدنام کرنے کا جو مقصد ہے وہ تو مذکورہ گرفتاریوں سے پہلے ہی حاصل ہو گیا تھا۔ حقیقی مجرموں کو بچانا باقی تھا۔ بے قصور لوگوں پر مقدمہ چلا کر مقدمات کی فائل بند کرا کے وہ کام بھی ہو گیا۔ آج بھی حیدرآباد کے بم دھماکے اپنے اصلی ذمہ داروں کے بے نقاب ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ ملک کے سیکولر اور سنجیدہ لوگوں نیز مسلمانوں کو حیدرآباد پولیس سے جواب طلب کرنا چاہئے کہ اس نے بے قصور لوگوں پر مقدمہ کیوں چلایا؟ بم دھماکوں کے مقدمات کو دفن کیوں کیا؟ ریاستی حکومت کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ پولیس سے اس معاملے میں جواب طلب کرے۔

حیدرآباد کے یہ دونوں مقدمات اپنی نوعیت کا پہلا معاملہ نہیں ہیں۔ اس سے قبل دہشت گردی کے مقدمات کا حشر ایسا ہی ہوا ہے۔ ایک بھی معاملے میں کسی مسلمان پر الزام ثابت نہیں ہو سکا، پھر بھی افسوس اس بات کا ہے کہ جب بھی دہشت گردی کا کوئی واقعہ پیش آتا ہے فوراً ہی اسے مسلمانوں سے جوڑ دیا جاتا ہے پھر تفتیشی عمل کو آگے بڑھایا جاتا ہے اور مقدمہ چلایا جاتا ہے۔ اس کا انجام کیا ہوتا ہے وہ حیدرآباد کے دونوں مقدمات سے ظاہر ہو گیا۔ ملک کے سیکولر اور سنجیدہ لوگوں کو حکومت سے اس بات کا مطالبہ کرنا چاہئے جو لوگ حقائق کی پردہ پوشی اور اصلی ذمہ داروں کو بچانے کے لئے اس طرح کے مقدمات چلاتے ہیں انہیں بھی ماخوذ کرنے کا کوئی انتظام ہونا چاہئے۔ ان کی کارکردگی کی جانچ بھی ہونی چاہئے۔ یہ بے قصور لوگوں پر مقدمات چلانے کا نتیجہ ہے کہ دہشت گردی کے واقعات ملک میں بند نہیں ہو رہے ہیں کیونکہ اصلی ذمہ دار کبھی پکڑے نہیں جاتے، مالیگاؤں بم دھماکہ کی انکوائری سے وہ چہرے بے نقاب ہو چکے ہیں جو حقیقت میں ملک میں دہشت گردی پھیلا رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مالیگاؤں بم دھماکہ کی انکوائری کا دائرہ بڑھایا جائے تاکہ تمام حقائق سامنے آ سکیں اور جو لوگ اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں انہیں سزا ہو سکے اور بلاوجہ مسلمان بدنام نہ ہوں۔

••

ہند۔ نیپال تعلقات میں سرد مہری

○

نیپال میں ماؤنوازوں کے برسراقتدار آنے کے بعد ہند۔ نیپال تعلقات میں پہلے جیسی گرم جوشی باقی نہیں رہی۔ اس لئے کہ ماؤنواز یہ خیال کرتے ہیں کہ ہندوستان کی ہمدردیاں شاہی خاندان کے ساتھ تھیں، حالانکہ حکومت ہند کی طرف سے نیپال میں شخصی حکومت کے خاتمے کی کبھی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی نیپال میں جمہوریت کی بحالی کی کوششوں کو کبھی غلط کہا، البتہ تشدد کے ذریعے اقتدار حاصل کرنے اور اس کے راستے سے اقتدار کی کرسی تک پہنچنے کو ضرور برا جانا اور اس کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ حکومت ہند نے مفاہمت کی کوشش بھی کی اور پرامن انتقال اقتدار کی راہ ہموار کرنے کی نہ صرف تائید کی بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی کی، لیکن ماؤنواز ہمیشہ یہی سمجھتے رہے کہ ہندوستان نے انہیں اقتدار سے دور رکھنے میں اہم اور کلیدی کردار ادا کیا، یہی وجہ ہے کہ جب سے وہ برسراقتدار آئے ہیں ہندوستان کے ساتھ یہاں کے تعلقات میں ایک قسم کی سرد مہری سی آ گئی ہے جو کبھی کبھی مخاصمت کی صورت بھی اختیار کر لیتی ہے۔ اس سلسلے کا ایک تازہ واقعہ نیپال کے انتہائی قدیم اور بہت مشہور مندر پشوپتی ناتھ مندر کے چیف پجاری کے تقرر کا ہے، جو ایک تنازعہ کی صورت میں سامنے آیا ہے۔

اس قدیم مندر کی دیکھ بھال کی ذمہ داری پچھلے تین سو برسوں سے ہندوستانی برہمنوں کے پاس چلی آ رہی ہے۔ یہ اتنی قدیم روایت ہے کہ کبھی کسی نے اس سلسلے میں سوال نہیں اٹھایا اور وہی یہ خدمت انجام دیتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن اب نیپال کی ماؤنواز حکومت کے حامیوں کی طرف سے یہ قدم اٹھایا گیا ہے کہ انہیں اس منصب سے ہٹا دیا گیا ہے اور ان کی جگہ پر نیپالی پجاری کا تقرر عمل میں لایا گیا ہے۔ اس پر نیپال میں تو بے چینی پیدا ہوئی ہندوستان میں بھی اس پر تشویش کا اظہار کیا گیا اور کسی معقول وجہ کے بغیر اس تین سو سالہ قدیم روایت کو توڑنے پر احتجاج بھی کیا گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ نیپال میں اس کارروائی کے ردعمل میں ایک سنگھرش سمیتی قائم کی گئی ہے۔ ۳۲ رکنی اس کمیٹی نے اعلان کیا ہے کہ اگر ماؤنواز نیپالی حکومت نے اپنا فیصلہ واپس نہیں لیا تو اس کے خلاف ملک گیر مہم چلائی جائے گی۔ ادھر نیپال کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ نے بھی اس فیصلے پر عمل درآمد کو روکنے کا حکم صادر کیا ہے تاہم ماؤنوازوں نے اس فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے ہندوستانی برہمنوں کو پشوپتی ناتھ مندر کا نظم و نسق دوبارہ واپس کرنے سے انکار کر دیا ہے اور دھمکی بھی دی ہے کہ اگر اس پر اصرار کیا گیا تو جوابی کارروائی کی جائے گی۔

ادھر بھارتیہ جنتا پارٹی نے اس پر سخت ردعمل ظاہر کرتے ہوئے نیپالی ماؤنوازوں کے اس قدم کو ہتک آمیز کہا ہے۔ پارٹی نے نیپالی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس معاملے میں مداخلت کرے اور ہندوستان اور نیپال کے درمیان قائم دوستانہ تہذیبی و تمدنی تعلقات کو بگڑنے سے بچائے۔ اس نے کہا ہے کہ جس روایت پر سیکڑوں برس سے عمل ہوتا چلا آ رہا ہے اس کو قائم اور بحال رکھا جائے اور کسی معقول وجہ کے بغیر اسے نہ توڑا جائے۔ پارٹی کے مرکزی صدر راج ناتھ سنگھ نے نیپالی صدر رام برمایادو سے اس مسئلے پر بذریعہ ٹیلیفون گفتگو کی۔ انھوں نے وزیراعظم پرچنڈ سے بھی ٹیلیفون پر بات چیت کی اور ان سے درخواست کی کہ وہ اس میں دلچسپی لیں اور جو بحرانی کیفیت پیدا ہو گئی ہے اس کا تصفیہ کرائیں۔ انھوں نے بعد ازاں اخبار نویسوں کو بتایا کہ دونوں نیپالی لیڈروں نے انہیں یقین دلایا ہے کہ وہ اس کا جائزہ لیں گے اور ضروری قدم اٹھائیں گے۔ نیپالی لیڈروں کو ہند۔ نیپال تعلقات میں بدمزگی نہیں آنے دینی چاہئے اور قدیم زمانے سے جو روایت چلی آ رہی ہے اس کو کسی معقول وجہ کے بغیر توڑنے سے احتراز کرنا چاہئے، تاکہ دونوں ہمسایہ ممالک کے درمیان دوستی کا رشتہ قائم رہے اور خواہ مخواہ تنازعات نہ اٹھ کھڑے ہوں۔

دریں اثناء نیپال کی متعدد سیاسی پارٹیوں نے نیپال کی ماؤنواز حکومت اور خاص طور پر وزیراعظم پشپ کمل دہل پرچنڈ سے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت اس معاملے میں نہ پڑے اور خود کو اس سے دور رکھے۔ ان کا کہنا ہے کہ سیکڑوں برس سے جو روایت قائم ہے اسے نہ توڑا جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں حکومت کو سپریم کورٹ کے فیصلے کا احترام کرتے ہوئے مداخلت سے پرہیز کرنا چاہئے۔ سابق وزیراعظم سوریہ بہادر تھاپا نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر حکومت اس سے باز نہیں آئی تو ان کی پارٹی راشٹریہ جن شکتی پارٹی ملک گیر مہم شروع کر دے گی اور عوام سے اپیل کرے گی کہ وہ حکومت کے ساتھ تعاون ترک کر دیں گے۔ دوسری طرف حکومت کے ایک ترجمان کا کہنا ہے کہ حکومت نے یہ قدم مندر کے مالی معاملات میں بڑے پیمانے پر ہونے والی بدعنوانیوں کے پیش نظر اٹھایا ہے اور وہ چاہتی ہے کہ عام لوگ بھی اس کو محسوس کریں۔ جو لوگ اس پر خاموش ہیں وہ گویا بدعنوان عناصر کا ساتھ دے رہے ہیں۔

••

کرکرے کے پاس مالیگاؤں پر پختہ ثبوت تھے/ کویتا

ممبئی۔ ممبئی حملوں پر اپنی خاموشی توڑتے ہوئے مہاراشٹرا اے ٹی ایس کے سابق سربراہ ہیمنت کرکرے جو ممبئی حملوں کے دوران جاں بحق ہو گئے۔ ان کی بیوی کویتا کرکرے نے اس کی مانگ کی کہ پولیس کو دہشت گردانہ حملوں سے نمٹنے کے لئے جہاں اچھی ٹریننگ دینی چاہئے، انہیں اچھی تنخواہ اور بہتر ہتھیار اور بچاؤ کا سامان بھی فراہم کرنا چاہئے۔ ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں مسز کویتا کرکرے نے کہا کہ اگرچہ انہیں اپنے شوہر کی قربانی پر فخر ہے لیکن اگر انہیں بچاؤ کا بہتر سامان فراہم کیا جاتا تو اس کی نوبت نہیں آتی۔

مالیگاؤں بم دھماکہ کیس سے متعلق مسز کرکرے نے کہا کہ جہاں تک میں سمجھتی ہوں کہ کیس کی انکوائری میں ان پر کوئی دباؤ نہیں تھا۔ چاروں طرف سے سیاسی پارٹیوں اور عوام نے تنقید کی جس سے میرے کنبہ کو شدید تکلیف پہنچی، لیکن میں جانتی ہوں کہ میرے شوہر حق پر تھے۔ ان کے پاس مالیگاؤں بم دھماکہ کیس سے متعلق ثبوت تھے اور وہ ان ثبوتوں پر مطمئن تھے۔ جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ مسٹر کرکرے نے مالیگاؤں بم دھماکہ کیس کی انکوائری کا فیصلہ کیوں کیا تو مسز کرکرے نے کہا کہ وہ کچھ کر دکھانا چاہتے تھے جیسا کہ ۲۶ر نومبر کو ممبئی حملوں کے دوران انھوں نے کر دکھایا۔

مسز کرکرے نے انٹرویو کے دوران دیگر باتوں کے علاوہ سب سے اہم بات یہ کہی کہ ان کی چھوٹی بیٹی کا کہنا ہے کہ ممبئی حملوں کے دوران پکڑے گئے عامر اجمل قصاب کو اس کا موقع دینا چاہئے کہ وہ بتائے کہ اس نے مسٹر کرکرے کو کیوں مارا؟

پرسنل لا بورڈ کا اجلاس ۷ر فروری سے بھٹکل میں

بھٹکل۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا مشاورتی اجلاس کرناٹک کے ساحلی مقام بھٹکل میں ۷ر فروری ۲۰۰۹ء سے جامعہ اسلامیہ جامعہ آباد میں منعقد ہوگا جس میں سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس آف انڈیا اے احمد، راجیہ سبھا کے ڈپٹی چیئرمین کے رحمٰن خاں، علمائے کرام اور دانشور شرکت کریں گے، نیز اس میں ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظر اہم امور پر تبادلہ خیال ہوگا۔

یہ اطلاع جامعہ اسلامیہ کے ایک ذمہ دار مولانا الیاس ندوی نے اخبارات کے نام جاری کئے گئے ایک مراسلے میں دی ہے۔

انھوں نے کہا کہ اسی دن تحفظ شریعت و اصلاح معاشرہ کے موضوع پر ایک بڑا جلسہ عام منعقد ہوگا جس میں مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل کے زیر اہتمام پورے ہندوستان کے مختلف صوبوں سے اسلامیات کے امتحانات میں شریک ہونے والے تیس ہزار سے زائد طلباء میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہونے والے طلباء کے درمیان انعامات بھی تقسیم کئے جائیں گے۔

اقوام متحدہ کے اسکول پر حملہ، لڑائی رکوانے کی کوششیں

غزہ۔ غزہ میں اقوام متحدہ کے ایک اسکول پر اسرائیلی حملے میں کم از کم تیس افراد ہلاک اور پچپن زخمی ہو گئے ہیں۔ اقوام متحدہ کے اہلکاروں نے بتایا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب اسرائیلی توپ خانے کی طرف سے داغے جانے والے گولے غزہ میں اس کے زیر انتظام ایک اسکول کے باہر گرے۔

اسرائیل نے کہا ہے کہ اس نے غزہ کی پٹی میں انسانی ہمدردی کے تحت ضروری سامان لانے کے لئے کچھ مقامات پر راستہ فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس منصوبے کے تحت اسرائیل غزہ میں مخصوص مقامات پر ضروری اشیاء جمع کرنے کی اجازت دے گا۔ دریں اثناء لڑائی رکوانے کے لئے سفارتی کوششیں بھی جاری ہیں اور سلامتی کونسل کے سکریٹری جنرل بان کی مون نے نیویارک میں سلامتی کونسل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فوری فائربندی کا مطالبہ کیا۔ بان کی مون نے اسرائیل کو غزہ پر بمباری اور حماس کو اسرائیل پر راکٹ فائر کرنے کی وجہ سے تنقید کا نشانہ بنایا۔ امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے کہا ہے کہ امریکہ، مصر اور فرانس کی طرف سے پیش کئے جانے والے امن منصوبے کے حق میں ہے۔ اسی دوران وینزویلا نے اسرائیلی سفیر اور اس کے سفارت خانے کے کچھ عملے کو غزہ پر بمباری کی وجہ سے ملک سے چلے جانے کے لئے کہا ہے۔ وینزویلا کے صدر ہیوگو شاویز نے اسرائیلی حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا اور غزہ میں اس کی کارروائی کو بربریت قرار دیا۔ فرانس اور مصر کے منصوبے کے تحت محدود وقت کے لئے فائربندی ہوگی تاکہ امدادی سامان غزہ میں پہنچایا جا سکے اور اسرائیل اور فلسطینی گروہوں کے درمیان بات چیت شروع کروائی جا سکے تاکہ لڑائی دوبارہ شروع نہ ہو۔ فرانس کا کہنا ہے کہ اسے امید ہے کہ اسرائیل بدھ تک اپنا ردعمل ظاہر کر دے گا۔ جبالیہ کے پناہ گزیں کیمپ میں واقع الفالوج اسکول میں ہلاک ہونے والوں میں زیادہ تعداد بچوں کی ہے۔ اقوام متحدہ نے اس واقعے کی آزادانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ قریبی ہسپتالوں کے ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ یہ اسکول اسرائیلی حملے میں براہ راست فائر کا شکار ہوا۔

فلسطینی میڈیکل ذرائع کا کہنا ہے کہ جب سے حملوں کا آغاز ہوا ہے کم سے کم چھ سو افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ ۶ر جنوری ۲۰۰۹ء کو ستر فلسطینی اور پانچ اسرائیلی فوجی ہلاک ہوئے۔ اس سے قبل ریڈ کراس کی عالمی کمیٹی آئی سی آر سی نے کہا تھا کہ غزہ کو سنگین ترین انسانی بحران کا سامنا ہے۔ غزہ میں تنظیم کی سرگرمیوں کے سربراہ نے بی بی سی کو بتایا کہ دس روز کی کشمکش کے بعد غزہ میں زندگی ناقابل برداشت ہوتی جا رہی ہے۔ اسرائیلی فوج اور مسلح فلسطینیوں کے درمیان جھڑپیں جاری ہیں اور اسرائیل اس کوشش میں ہے کہ شدت پسندوں کی طرف سے راکٹ باری ختم کی جائے۔ فلسطینی میڈیکل حکام کہتے ہیں کہ جب سے اسرائیل نے غزہ میں زمینی حملہ شروع کیا ہے تب سے اب تک ایک سو دس افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ اسرائیلی افواج نے غزہ کی پٹی میں فوجی آپریشن کو بند کرنے کی عالمی کوششوں کو رد کرتے ہوئے آپریشن کو خان یونس تک پھیلا دیا ہے۔ اسرائیلی فوج نے غزہ میں گیارہ روز سے جاری آپریشن رکھتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ انھوں نے حماس کے ۱۳۰ جنگجوؤں کو ہلاک کر دیا ہے۔

••

فکر معاصر

یہ حیرتناک نہیں؟

ایک اسرائیلی اخبار نے لکھا ہے کہ غزہ پر اسرائیلی حملہ اردن اور مصر کی حکومتوں کی خاموش رضامندی اور فلسطینی اتھارٹی کے صدر محمود عباس کی اجازت سے ہوا تھا۔ امریکہ اور برطانیہ کو بھی اس حملے کی پیشگی اطلاع تھی۔ یہ فلسطینی اور صہیونی دونوں قیادتوں کے لئے موت اور زندگی کی جنگ ہے۔ چند ماہ بعد فلسطین میں عام انتخابات ہونا ہیں۔ صہیونی مقتدرہ اس بار کوئی چانس نہیں لینا چاہتا۔ گزشتہ الیکشن میں اسرائیل، امریکہ اور محمود عباس کی پی ایل او سے حماس کو نظر انداز کرنے کی جو غلطی ہوئی اب وہ اسے دوہرانے کا رسک نہیں لینا چاہتے۔ پندرہ لاکھ فلسطینیوں کی آبادی والا غزہ حماس کے مکمل کنٹرول میں ہے۔ گزشتہ پارلیمانی انتخابات میں حکومت بنانے لائق واضح اکثریت حاصل کرنے کے بعد جب حماس نے اپنی پہلی اولین کابینہ تشکیل دی تو صدر محمود عباس، ان کی شکست خوردہ تنظیم اور سابق حکمراں پارٹی الفتح، امریکہ اور اسرائیل تینوں نے مل کر پہلے ہی دن سے اس کے خلاف سازشیں شروع کردیں یہاں تک کہ صدر محمود عباس نے وزیر اعظم اسماعیل ہنیہ کی منتخب جمہوری حکومت کو برطرف کرکے اسماعیل ہنیہ کابینہ کے دو وزیروں پارلیمنٹ کے اسپیکر اور حماس کے بیالیس اراکین پارلیمنٹ کو گرفتار کرکے اسرائیل کے حوالے کردیا جہاں وہ قریب ڈھائی سال سے بے جرم وخطا قید وبند کی سخت اذیتیں اٹھا رہے ہیں۔ اپنی منتخب حکومت کے بچے کھچے اراکین کے ساتھ وزیر اعظم اسماعیل ہنیہ غزہ میں محصور ہیں۔ صدر محمود عباس سے ان کا رابطہ بس اتنا ہی ہے جتنا اسرائیل کے وزیر اعظم ایہود اولمرٹ اور شام کے صدر بشارالاسد میں ہوسکتا ہے۔ غزہ پر اسرائیلی فوج کشی کے متعدد اسباب ہیں۔ جن میں سے ایک تو یہی ہے کہ وہ حماس کو اس لائق نہیں چھوڑنا چاہتے کہ وہ آنے والے فلسطینی پارلیمانی انتخاب میں حصہ لے سکے کیونکہ اب مغربی کنارے میں بھی حماس کی حمایت پہلے سے کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ غزہ میں تین سال سے جاری بدترین ناکہ بندی کے دوران حماس نے جس طرح اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے، بدترین دشمن بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ اب ایک ایسے شہر کا تصور کریں جہاں پندرہ لاکھ مرد وعورتیں، بچے، بوڑھے اور جوان رہتے ہوں اور فوجی ناکہ بندی کے ذریعے تین سال سے جس کے رابطے بقیہ دنیا سے منقطع کردیئے گئے ہوں، وہ آخر کیسے زندہ ہیں؟ اور وہ بھی اس طرح کہ نہ وہاں بغاوت ہوتی ہے نہ باہمی خونریزی۔ پندرہ لاکھ کی بے بس، بے کس، مجبور، محصور آبادی اپنے لیڈر اسماعیل ہنیہ کی قیادت میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار (بنیان مرصوص) کی طرح متحد ہے۔ کیا یہ معجزہ نہیں؟ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد کے بغیر یہ ممکن ہے؟ ہم یہ سوچ کر کانپ جاتے ہیں کہ جن لوگوں نے غزہ کو یکہ وتنہا اور بے یار ومددگار چھوڑ رکھا ہے ان کا حشر کیا ہوگا۔ ہمیں بہرحال یقین ہے کہ اللہ کی نصرت جس طرح ابھی تک غزہ کے ساتھ ہے وہ اسرائیل کے وحشیانہ فوجی حملوں کے دوران بھی برقرار رہے گی اور جس طرح اسرائیل ۳۳ روزہ جنگ لبنان میں حزب اللہ کو وہ نقصان نہیں پہنچا سکا تھا جو وہ پہنچانا چاہتا تھا اسی طرح انشاء اللہ المستعان غزہ پر زمینی فوج کی یلغار اور فضائی بمباری میں حماس کی جانباز قیادت بھی محفوظ رہے گی۔ حماس نے ابھی دو ہفتے قبل ۱۵ر دسمبر ۲۰۰۸ء کو اپنا اکیسواں یوم تاسیس منایا تھا۔ اکیس سال قبل ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۷ء کو شیخ احمد یٰسین نے حماس کی بنیاد ڈالی تھی۔ حماس کا پورا نام 'الحرکۃ المقاومۃ الاسلامیۃ' ہے جسے ہم اردو میں اسلامی تحریک مزاحمت کہہ سکتے ہیں۔ شیخ یٰسین شہید نے روز اول ہی سے حماس کے تین شعبے بنائے تھے۔ فلاحی، سیاسی اور عسکری۔ فلاحی شعبے نے بلا امتیاز فلسطینی عوام کی بے لوث خدمت کی۔ شہدا کے لواحقین اور غریب فلسطینی عوام کی خدمت ان کا اولین مقصد تھا۔ عسکری شعبے نے اسرائیل کے دفاعی نظام اور موساد کے جاسوسی نظام کو ناکارہ کرکے رکھ دیا اور اس کے تمام دعوے خاک میں ملا دیئے۔ سیاسی شعبے نے فلسطینی عوام کی نمائندگی کا حق اس طرح ادا کیا کہ گزشتہ عام انتخابات میں حکمراں فتح پارٹی کو دھول چٹادی اور وہ بھی اس طرح کہ انتخابات کے نتائج آنے سے قبل تک اسرائیل اور امریکہ کو اس کی ہوا بھی نہیں لگ سکی تھی۔

(اردو ٹائمز، ممبئی)

غزہ میں فلسطینیوں کی نسل کشی

احمد ولی مجیب

اقوام متحدہ، انسانی حقوق کی عالمی تنظیمیں، عرب حکمراں بشمول مسلم سربراہان مملکت غزہ میں اسرائیل کی تاریخی سفاکی پر مہر بلب ہیں۔ غزہ میں اسرائیلی ہولوکاسٹ جاری ہے۔ ساٹھ سے زائد امریکی ساخت کے ایف۔ سولہ طیاروں نے غزہ کو اس وقت اپنی وحشیانہ بمباری کا نشانہ بنایا جب صہیونی وزیر خارجہ تیسپی لیفنی مصری حکام سے ان حملوں کا پروانہ لے کر واپسی تل ابیب پہنچی۔ مصری انٹلی جنس کے وزیر بریگیڈیر عمرو سلیمان کا یہ بیان القدس العربی اخبار میں شائع ہوا جس میں انھوں نے کہا کہ وہ خالد مشعل اور ان کے ساتھیوں کو مصر میں ہونے والے مذاکرات کے بائیکاٹ کا سبق سکھائیں گے۔ گزشتہ ساٹھ سال کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ عرب حکمرانوں نے کس طرح بے دردی کے ساتھ مسئلہ فلسطین کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر پر رکھا ہوا ہے۔ عرب اسرائیل جنگوں کا تخمینہ اگر غزہ میں ہونے والی حالیہ انسانی نسل کشی سے لگایا جائے تو ایک دن میں اتنی بڑی تعداد میں ہلاکتیں کبھی بھی رونما نہیں ہوئیں۔ تادم تحریر پانچ سو افراد شہید اور ۱۷۵۰ سے زائد شدید زخمی ہو چکے ہیں۔ شہید ہونے والوں میں چالیس بچے بھی شامل ہیں۔ اسرائیل نے غزہ پر حملہ کیوں کیا؟ اور اس حملے سے وہ کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے؟ ان سوالات سے قبل غزہ کی سیاسی اور عسکری اہمیت اور سب سے بڑھ کر غزہ کے رہنے والوں کے سیاسی اور عسکری ذہن کو سمجھنا بھی ضروری ہے جو کسی بھی صورت میں اسرائیل کی بالادستی اور سامراجیت کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔

یہ علاقہ ۳۶۵ مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کی لمبائی ۴۵ کلومیٹر اور چوڑائی چھ سے دس کلومیٹر تک ہے۔ گنجان آبادی کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ۱۲۰۰۰ افراد ایک مربع کلومیٹر میں رہائش پذیر ہیں۔ غزہ کے خلاف اسرائیلی سازشیں تو روز اول سے جاری ہیں لیکن ۲۰۰۶ء کے انتخابات میں حماس کی کامیابی کے بعد صہیونی ریاست بشمول امریکہ اور برطانیہ نے اہل غزہ کو کچلنے کی ٹھان لی اور بدقسمتی سے امریکہ اور اسرائیل کے اس مشترکہ کھیل میں الفتح نے بھرپور ساتھ دیا اور پھر الفتح جس کی قیادت محمود عباس جیسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے، کے ذریعے حماس کی حکومت ختم کرائی۔ ایک منتخب حکومت کو غیر قانونی طور پر ختم کرنے پر امریکہ سمیت نہ صرف پوری دنیا خاموش رہی بلکہ امریکہ نے محمود عباس کے اس اقدام کی تائید بھی کی۔ اس ضمن میں امریکہ نے محمود عباس کی انتظامیہ کو بڑے پیمانے پر مالی امداد فراہم کرنا شروع کی اور اسرائیلی اخبارات میں تواتر کے ساتھ یہ خبریں شائع ہونے لگیں کہ اسرائیل حماس کو کچلنا چاہتا ہے۔ حماس نے الفتح کی تمام شرائط کو قبول کرتے ہوئے سعودی عرب کی سربراہی میں مکہ معاہدے پر دستخط کئے جس کی رو سے ایک نئی حکومت سامنے آئی جس میں الفتح کو اس کی حیثیت سے زیادہ نمائندگی دی گئی۔ حماس کی صرف یہ شرط تھی کہ غزہ کے خلاف جو اقتصادی پابندیاں عائد ہیں انھیں ختم کیا جائے۔ لیکن پوری دنیا نے اس بات کا مشاہدہ کیا کہ محمود عباس اسرائیل کے سامنے جھک گئے اور مکہ معاہدہ ناکام ثابت ہوا۔ محمود عباس نے حماس کی حکومت ختم کرادی۔ غزہ اور مغربی کنارے میں بظاہر دو الگ الگ ریاستیں قائم ہوگئیں۔

محمود عباس کی اسرائیل نواز انتظامیہ نے فلسطین کے مختلف مقامات سے ۶۵۰ افراد کو گرفتار کرکے جیل میں قید کیا جو تا حال بند ہیں، ان میں اکثریت کو سیاسی بنیادوں پر پابند سلاسل رکھا گیا ہے۔ محمود عباس کو اگر حماس سے دشمنی ہے تو سمجھ میں آنے والی بات ہے لیکن پندرہ لاکھ سے زائد افراد جو اقتصادی پابندیوں اور محاصرے کا شکار ہیں، ان کا کیا قصور ہے؟ محمود عباس نے غزہ کا محاصرہ ختم کرانے کے لئے کوئی عملی اقدام نہیں کیا بلکہ الفتح کی کوشش تھی کہ محاصرہ مزید سخت کیا جائے تاکہ لوگ حماس سے متنفر ہوجائیں۔ کیا حب الوطنی کا یہی تقاضا ہے؟ اس پوری کہانی میں اسرائیل اور الفتح کی یہ کوشش رہی کہ رفح کا کراسنگ پوائنٹ بند رہے۔ رفح کراسنگ پوائنٹ غزہ اور مصر کو ملاتا ہے۔ مصری حکام کو اسرائیل نے انتباہ کیا تھا کہ اگر رفح کراسنگ پوائنٹ کھولا گیا تو اسرائیل اس کو اپنے خلاف اعلان جنگ تصور کرے گا۔

گزشتہ سال جنوری ۲۰۰۸ء میں اسرائیل نے محصور فلسطینی شہر غزہ کو صہیونی ہولوکاسٹ کا نشانہ بنایا۔ اس وقت اسرائیل نے غزہ پر حملہ کرتے ہوئے صرف تین دن میں پچاس سے زائد فلسطینیوں کو شہید کیا۔ اور غزہ شہر کی بجلی بند اور راستوں کی ناکہ بندی سخت کردی۔ ایک طرف سیاسی اور اقتصادی ناکہ بندی اور دوسری طرف عسکری جارحیت جاری رہی۔ ۲۱ر جنوری ۲۰۰۸ء کو لندن سے شائع ہونے والے عربی اخبار القدس العربی کے ایڈیٹر عبدالباری عطوان نے اس وقت غزہ کی تشویشناک حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا: "میں نے غزہ کی تشویشناک حالت جاننے کے لئے اپنے ایک رشتہ دار کو فون کیا تاکہ اس کی خیریت معلوم کرسکوں اور یہ جان سکوں کہ اس بدقسمت شہر کی حالت کیا ہے؟ میرے اس رشتے دار نے میرے طویل سوال کے جواب میں صرف یہ کہا کہ "جناب! ایسی حالت سے موت بہتر ہے"۔ عبدالباری عطوان نے لکھا تھا کہ اہل غزہ جن حالات کا سامنا کررہے ہیں اب وہ برداشت سے باہر ہیں۔ (القدس العربی ۲۱ر جنوری ۲۰۰۸ء)۔ لیکن اسرائیل اس تمام تر ظلم اور جبر کے باوجود اہل غزہ کو تسخیر کرنے میں ناکام رہا اور حماس کے خلاف معمولی سا احتجاج بھی دیکھنے کو نہیں ملا۔

جنوری ۲۰۰۸ء میں حملے کے بعد ۲۰۰۸ء کے اختتامی ایام میں ایک بار پھر اسرائیل نے غزہ پر حملہ کردیا اور اس بار کے حملے کو گزشتہ ساٹھ سالہ تاریخ کا بدترین حملہ قرار دیا جارہا ہے۔ یہ حملہ ایک ایسے وقت میں ہوا جب فلسطین، اسرائیل اور امریکہ میں قیادت کی تبدیلی کا وقت آچکا ہے۔ اسرائیل نواز فلسطینی صدر محمود عباس کی مدت صدارت جنوری ۲۰۰۹ء میں ختم ہونے والی ہے۔ فروری ۲۰۰۹ء میں اسرائیل میں انتخابات ہونے والے ہیں جبکہ جنوری میں ہی بارک اوباما وہائٹ ہاؤس میں جلوہ افروز ہوں گے۔ اسرائیل میں قیادت کا بحران اپنی انتہا پر ہے۔ موجودہ وزیر خارجہ وزارت عظمیٰ کی امیدوار ہیں۔ غزہ پر حملے سے قبل مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے متوقع اسرائیلی وزیر اعظم اور موجودہ وزیر خارجہ زپی لیونی نے کہا کہ ہم غزہ کو مکمل طور پر تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور اس بیان کے ایک روز بعد اسرائیل نے غزہ پر حملہ کردیا۔ "القدس العربی" کے ایڈیٹر عبدالباری عطوان نے اسرائیلی وزیر خارجہ کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسرائیل غزہ کو تو تبدیل نہ کرسکا البتہ اس حملے کے چار دن بعد عرب دنیا میں تبدیلی دیکھنے کو مل رہی ہے اور یہ تبدیلی اسرائیل کے مفاد میں نہیں ہے۔ اسرائیل اپنی وحشیانہ بمباری سے حماس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ جبکہ موریطانیہ سے خلیج عرب تک سارے عرب حماس کی پشت پر آگئے ہیں۔ یہ ایک ایسی تبدیلی ہے جس کے بارے میں شاید اسرائیلی وزیر خارجہ نے نہیں سوچا تھا (القدس العربی ۳۰ر دسمبر ۲۰۰۸ء)۔ اسرائیل اس حملے سے اپنے داخلی تضاد کو ختم کرنے کی ناکام کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ نومنتخب امریکی صدر بارک اوباما کو بھی اپنے دباؤ میں رکھنا چاہتا ہے۔

بارک اوباما اپنے پیش رو امریکی صدر جارج ڈبلیو بش سے زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے کیونکہ ان کے متنازعہ تشخص کا بھی اسرائیل فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ اسرائیل کی انٹلیجنس رپورٹوں کے حوالے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اسرائیل اس حملے میں غزہ میں موجود حماس کی قیادت کو نشانہ بنانا چاہتا تھا لیکن حماس کی صف اول کی قیادت اس حملے میں محفوظ رہی ہے۔ البتہ اسرائیل نے فلسطینی پولیس ٹریننگ سنٹر کو نشانہ بنایا اور بڑی تعداد میں فلسطینی پولیس اہلکاروں کو شہید کیا، جبکہ اسرائیل نے آبادیوں کو بھی نشانہ بنایا جس میں بڑی تعداد میں ہلاکتیں سامنے آئی ہیں۔ ایسی اطلاعات بھی ہیں کہ بعض خاندان مکمل طور پر اس حملے میں شہید ہو چکے ہیں۔

اسرائیل کی حالیہ وحشیانہ بمباری اور بدترین جارحیت میں وہ لوگ اور وہ حکومتیں بھی شریک ہیں جو اس تاریخی بربریت پر خاموش ہیں۔ اسلامی مزاحمتی تحریک حماس کے سربراہ خالد مشعل نے اسرائیلی حملے پر اپنے ابتدائی ردعمل میں کہا کہ یہ انسانی نسل کشی کی بدترین مثال ہے اور عرب حکمرانوں کی خاموشی مسلمانوں کے لئے باعث شرم ہے۔

تیسری انتفاضہ:

اسلامی مزاحمتی تحریک حماس کے سربراہ خالد مشعل نے الجزیرہ ٹی وی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے صہیونی قیادت کو خبردار کیا اور کہا کہ ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ اسرائیل کے پاس مادی قوت کی بھرمار ہے، وہ ہر قسم کے اسلحے سے لیس ہے جبکہ ہم اس کے مقابلے میں نہتے ہیں، لیکن تم ہم پر حکومت نہیں کرسکتے اور ہم تمہیں اس کا عبرتناک جواب دیں گے۔ اپنے خصوصی انٹرویو میں خالد مشعل نے کہا کہ میں تیسری انتفاضہ کا اعلان کرتا ہوں، مغربی کنارے میں رہنے والے فلسطینیوں سے میری درخواست ہے کہ وہ غزہ میں محصور اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ انھوں نے دیگر مزاحمتی تحریکوں سے بھی اپیل کی کہ وہ متحد ہوکر اسرائیل کے مقابلے کے لئے تیار ہوجائیں، انھوں نے خاص طور پر الفتح کے مجاہدین سے اپیل کی کہ وہ طاغوت کے خلاف جنگ میں ہراول دستے کا کردار ادا کریں۔ خالد مشعل نے الفتح کی مزاحمت کی تاریخ دہرائی اور کہا کہ الفتح نے جہاد کا آغاز کیا تھا۔

واضح رہے کہ جب ۱۹۸۷ء میں پہلی انتفاضہ کی تحریک شروع ہوئی تھی تب فلسطین کی عسکری اور سیاسی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا، فلسطین میں اس عوامی بیداری اور مزاحمت کے سامنے اسرائیل جیسی قوت سرنگوں ہوئی۔ اب جبکہ اسرائیل میں شدید قسم کا اقتصادی بحران ہے اور سب سے بڑھ کر "لیڈر شپ کرائسس" اسرائیل کا نہ ختم ہونے والا مسئلہ ہے، اسلامی مزاحمتی تحریک حماس کی جانب سے تیسری انتفاضہ کا اعلان اسرائیل کے لئے اقتصادی موت کے برابر ہے۔ اسلامی مزاحمتی تحریک حماس کے عسکری ونگ القسام بریگیڈ نے اعلان کیا ہے کہ ان کے پاس ایک ہزار فدائی مجاہدین ہیں جو اسرائیل میں فدائی حملے کریں گے۔

فلسطین کی تاریخ میں فدائی حملوں کا تصور بھی القسام بریگیڈ نے پیش کیا تھا۔ اسلامی مزاحمتی تحریک حماس کے سربراہ خالد مشعل نے واضح طور پر کہا کہ چھ ماہ قبل جب ہم نے اسرائیل کے ساتھ جنگ بندی کا اعلان کیا تو ہم نے اس وقت وعدہ کیا تھا کہ حماس حملوں میں پہل نہیں کرے گی اور اسرائیل سے اس بات کی ضمانت لی تھی کہ وہ اقتصادی پابندیاں ختم کرے گا اور کراسنگ پوائنٹ کھولے گا۔ اس پورے عمل میں مصری حکومت بھی شامل تھی کیونکہ یہ مذاکرات مصر کی حکومت کی وساطت سے ہوئے تھے، مگر اسرائیل اپنے وعدے سے مکر گیا، نہ تو محاصرہ ختم ہوا اور نہ ہی غزہ پر حملوں کا سلسلہ بند ہوا اور اسرائیل نے جارحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وحشیانہ حملہ بھی کردیا۔ حماس اینٹ کا جواب پتھر سے دے گی۔

فہمی ہویدی کے سوالات:

فہمی ہویدی کا شمار عالم اسلام اور عالم عرب کے مشہور دانشوروں میں ہوتا ہے۔ حالات اور واقعات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ غزہ پر ہونے والی حالیہ جارحیت پر مختلف زاویوں سے انھوں نے بہت سارے اخبارات میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ذیل میں ان کے ایک مضمون کا ترجمہ دیا جارہا ہے جو انھوں نے ۲۹ر دسمبر ۲۰۰۸ء کو مصر کے روزنامہ "دستور" میں تحریر کیا۔ اس مضمون میں انھوں نے غزہ میں ہونے والی تاریخی بربریت کے حوالے سے چند سوالات کئے ہیں جو مسئلہ فلسطین، حماس، اسرائیل اور عرب ممالک کی سیاست اور موجودہ حملے کے تناظر میں انتہائی اہم ہیں:

(۱) کیا اسرائیل نے مصری حکومت کو غزہ پر وحشیانہ بمباری سے آگاہ کردیا تھا؟ تل ابیب میں حملے کے باقاعدہ اعلان سے چوبیس گھنٹے قبل قاہرہ میں مصری حکام اور اسرائیل کی وزیر خارجہ کی ملاقات ہوئی تھی، یعنی اسرائیلی وزیر خارجہ کا دورۂ قاہرہ مصری حکومت کو اعتماد میں لینے کے لئے کیا تھا؟

(۲) ترکی کے وزیر اعظم طیب اردگان نے اعلان کیا کہ ترکی کی حکومت شام اور اسرائیل کے مابین ہونے والے مذاکرات سے لاتعلق ہوجائے گی، کیونکہ غزہ پر حملے سے پانچ دن قبل اسرائیلی وزیر دفاع ایہود بارک کے دورۂ ترکی کے موقع پر ان کو غزہ پر حملے سے باز رہنے کو کہا گیا تھا۔ کیا مصر کی حکومت بھی ایسا کوئی اعلان کرسکتی ہے کہ اسرائیلی وزیر خارجہ کے دورۂ مصر کے موقع پر ان کو غزہ پر حملہ کرنے کے لئے کہا تھا؟ کیا مصری حکومت کی خاموشی کے یہ معنی ہیں کہ اس کو حملے کا علم تھا؟

(۳) اگر اسرائیلی حکومت کے اس دعوے کو درست مان لیا جائے کہ اس نے حملے سے قبل بعض عرب ممالک کو آگاہ کردیا تھا تو کیا ہم یہ بات جان سکتے ہیں کہ وہ کون کون سے ممالک ہیں جن کو اسرائیل نے حملے کی پیشگی اطلاع دی تھی؟

(۴) ان خبروں میں کتنی صداقت ہے جو اسرائیل کے صف اول کے اخبارات یدیعوت احرونوت اور معاریف میں ۱۵ر دسمبر ۲۰۰۸ء کو شائع ہوئیں جس میں اسرائیل کے قومی سلامتی کے مشیر عاموس شلعیط نے مصر کے انٹلی جنس کے وزیر عمرو سلیمان کو حماس سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے پایا اور مصری وزیر نے اسرائیل کی جانب سے حماس کو سبق سکھانے کی تائید کی۔ اگر اسرائیلی اخبارات کی یہ خبر غلط ہے تو مصر کی حکومت وضاحت کیوں نہیں کرتی؟

(۵) عرب ممالک کے سربراہوں کی جانب سے غزہ پر ہونے والے حملے کے خلاف جو احتجاجی بیانات سامنے آئے ان میں مصر کی حکومت شامل نہیں تھی۔ مصری خاموشی کیا معنی رکھتی ہے؟

(۶) کیا رفح کراسنگ بارڈر کھولنے کے لئے ضروری ہے کہ فلسطینیوں کو موت کے گھاٹ اتارا جائے؟

(۷) مصر کے ایک مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ اسرائیل کا حملہ انسانیت کی نسل کشی کے مترادف ہے۔ جناب مفتی صاحب سے سوال ہے کہ غزہ کے محاصرے میں مصر اسرائیل کے ساتھ شریک ہے، اس بارے میں ان کا کیا فتویٰ ہے؟

(۸) غزہ پر ہونے والی وحشت ناک بمباری کے بعد ۹ر جنوری ۲۰۰۹ء کو فلسطینی صدارتی انتخابات میں محمود عباس کی کیا حیثیت رہ جائے گی؟

(۹) جس وقت اسرائیل حملہ کررہا تھا اسی وقت محمود عباس کا یہ بیان بھی سامنے آیا کہ اب وہ عنقریب غزہ کا دورہ کریں گے۔ کیا یہ ایک اتفاقی امر تھا؟

(۱۰) کیا اس حملے سے حماس کو سبق سکھانا مقصود تھا یا ان کی غزہ پر گرفت کو ختم کرانا تھا؟

(۱۱) کیا اب بھی فلسطینی اتھارٹی (جس کی سربراہی محمود عباس کررہے ہیں) اور اسرائیلی حکام کے مابین امن مذاکرات ہوتے رہیں گے باوجودیکہ غزہ پر وحشیانہ بمباری کا سلسلہ جاری ہے۔

(۱۲) اگر ان حملوں کا مقصد ایہود بارک اور زپی لیونی کو بنجامن نیتن یاہو کے مقابلے میں انتخابات میں برتری دلانا تھا تو محمود عباس کے حصے میں کیا آیا؟ کیونکہ ان کو بھی تو اپنے عوام سے ووٹ لینا ہے۔

(۱۳) اگر یہ بات درست ہے جیسا کہ بتایا جاتا ہے کہ ایران، غزہ میں مداخلت کرتا ہے تو پھر ایران کا اسلحہ غزہ میں نظر نہیں آیا حالانکہ ۲۰۰۶ء میں لبنان اسرائیل جنگ میں ایران نے حزب اللہ کو اسلحہ دیا تھا اور کہاں ہیں ایران کے پاسداران انقلاب، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ غزہ پہنچ چکے ہیں۔

(۱۴) کیا اب بھی مصر اور حماس کے مابین جنگ بندی کی امید باقی ہے اور کیا اس بارے میں ان کی شرائط میں یہ بھی شامل ہے کہ خاموش رہا جائے گا جیسا کہ مصری وزیر خارجہ احمد ابوالغیط نے کہا ہے۔

اسرائیلی اخبارات:

غزہ پر اسرائیلی حملوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اسرائیلی وزیر خارجہ نے غزہ کو تبدیل کرنے کا جو اعلان کیا تھا اس باب میں اب اسے ذلت کا سامنا ہے۔ اسرائیلی اخبارات جو اس سے قبل حماس کو کچلنے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے اب انتہائی بے چینی اور تذبذب کا شکار نظر آرہے ہیں۔ اسرائیل کی قیادت اور اخبارات کے سامنے سب سے پریشان کن بات یہ ہے کہ حماس کی قیادت انتہائی ذہانت کے ساتھ غزہ میں حکومت کررہی ہے۔ اسرائیلی اخبارات نے ان حملوں کو ناکام قرار دیتے ہوئے کہا کہ اسرائیل اپنے اہداف کو حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ صف اول کے اسرائیلی اخبار "یدیعوت احرونوت" نے لکھا ہے کہ اسرائیلی حملے اس لئے ناکام ہوئے کیونکہ حماس کی قیادت محفوظ رہی۔ دوسری جانب اسرائیل کے ایک اور اہم اخبار "حارٹ" نے اسرائیلی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ فوراً جنگ روک دے کیونکہ یہ جنگ اسرائیلی شہریوں کے مفاد میں نہیں ہے۔ حالانکہ یہ واضح ہے کہ یہی اخبار اس سے قبل جنگ کے شعلوں کو بھڑکانے اور حماس کو کچلنے میں سرفہرست رہا ہے۔

اسرائیلی اخبارات میں ایسی خبریں بھی شائع ہوئی ہیں کہ حماس کو طاقت سے کچلنا ممکن نہیں۔ اس سے قبل حزب اللہ کا تجربہ اسرائیل کے سامنے ہے کہ دنیا کی بڑی فوجی قوت لبنان میں ایک چھوٹی سی مزاحمتی تحریک کو کچلنے میں ناکام رہی اور چودہ دن میں اسرائیل نے اپنی شکست تسلیم کرلی۔

غزہ پر اسرائیلی حملہ اور عالم اسلام

غزہ پر اسرائیلی حملوں کا وحشیانہ سلسلہ جاری ہے اور حکومتی سطح پر اسلامی دنیا یا تو خاموش ہے یا پھر اس نے زبانی بیان بازی کا سہارا لیا ہوا ہے، البتہ عوامی سطح پر نہ صرف اسلامی دنیا بلکہ دنیا بھر میں احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے۔ عرب حکومتیں اگرچہ خاموش ہیں لیکن عرب عوام اپنے حکمرانوں کے برعکس سڑکوں پر آچکے ہیں۔ اردن کے دارالحکومت عمان میں ہزاروں کی تعداد میں مظاہرین نے اسرائیل کے مظالم کے خلاف احتجاجی ریلیاں نکالیں اور اس ضمن میں اردن کی حکومت کے خلاف بھی نعرے بازی کی گئی۔ اردن کی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ عمان سے اسرائیلی سفیر کو بے دخل کرے اور اسرائیلی سفارت خانہ بند کردے۔

ایران کے دارالحکومت تہران میں بھی احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے جبکہ روحانی پیشوا آیت اللہ علی خامنہ ای نے سرکاری سطح پر سوگ کا اعلان کیا۔ دوسری جانب تہران میں ایران کے اراکین پارلیمنٹ نے مظاہروں کا اہتمام کیا۔ لبنان کے دارالحکومت بیروت میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے احتجاجی مظاہرے میں حصہ لیا۔ سب سے بڑا احتجاجی مظاہرہ مصر کے سفارت خانے کے سامنے ہوا۔ مشتعل مظاہرین نے مصر کے سفارت خانے پر پتھراؤ کیا۔ مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ تادم تحریر جاری ہے۔ اخوان المسلمون کی طرف سے قاہرہ میں بہت بڑے مظاہرے کا اہتمام کیا گیا۔

انڈونیشیا کے دارالحکومت جکارتہ میں حمایت الاسلام اور دیگر اسلامی تنظیموں کی طرف سے احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کیا گیا۔ کویت، بحرین، نائیجیریا میں بھی مظاہروں کا اہتمام کیا گیا، لیکن حکومتی سطح پر اس جارحانہ اقدام پر مؤثر احتجاج دیکھنے کو نہیں ملا اور نہ ہی او آئی سی، خلیجی ممالک کے اتحاد اور نہ ہی عرب ممالک نے اس حوالے سے مؤثر کردار ادا کیا۔

انسانی حقوق کی تنظیمیں

غزہ میں پانچ سو سے زائد لوگوں کو جس وحشت اور درندگی کا نشانہ بنایا گیا ہے اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے اس پر انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں کی خاموشی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تمام نام نہاد تنظیمیں عالمی استعمار کے ایما پر بولتی ہیں اور ان کے ایما پر خاموش رہتی ہیں۔ اقوام متحدہ کا کردار انتہائی مجرمانہ ہے۔ سلامتی کونسل کی قرارداد کے باوجود اسرائیلی حملے جاری ہیں۔ اسرائیل پر پابندی کیوں نہیں لگائی جاتی؟ کیا اسرائیل دنیا کے تمام قوانین سے بالاتر ہے؟ انسانی حقوق کی تنظیموں کو دارفور کا مصنوعی ڈرامہ نظر آتا ہے لیکن غزہ کا محاصرہ اور حالیہ جارحیت نظر نہیں آتی جبکہ اسرائیل ببانگ دہل کہہ رہا ہے کہ حملے جاری رہیں گے۔ ●●

غزہ پر اسرائیلی حملوں کا وحشیانہ سلسلہ جاری ہے اور حکومتی سطح پر اسلامی دنیا یا تو خاموش ہے یا پھر اس نے زبانی بیان بازی کا سہارا لیا ہوا ہے، البتہ عوامی سطح پر نہ صرف اسلامی دنیا بلکہ دنیا بھر میں احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے۔ عرب حکومتیں اگرچہ خاموش ہیں لیکن عرب عوام اپنے حکمرانوں کے برعکس سڑکوں پر آچکے ہیں۔ اردن کے دارالحکومت عمان میں ہزاروں کی تعداد میں مظاہرین نے اسرائیل کے مظالم کے خلاف احتجاجی ریلیاں نکالیں اور اس ضمن میں اردن کی حکومت کے خلاف بھی نعرے بازی کی گئی۔

غزہ میں پانچ سو سے زائد لوگوں کو جس وحشت اور درندگی کا نشانہ بنایا گیا ہے اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے اس پر انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں کی خاموشی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تمام نام نہاد تنظیمیں عالمی استعمار کے ایما پر بولتی ہیں اور ان کے ایما پر خاموش رہتی ہیں۔ اقوام متحدہ کا کردار انتہائی مجرمانہ ہے۔ سلامتی کونسل کی قرارداد کے باوجود اسرائیلی حملے جاری ہیں۔ اسرائیل پر پابندی کیوں نہیں لگائی جاتی؟ کیا اسرائیل دنیا کے تمام قوانین سے بالاتر ہے؟

غزہ میں اسرائیلی صہیونی دہشت گردی

محمد انیس الرحمن

غزہ کے علاقے میں جس وقت اسرائیلی صہیونی جنگی طیارے اور ہیلی کاپٹر میزائلوں کے ذریعے نہتے فلسطینیوں کو خاک اور خون میں لوٹا رہے تھے، معصوم فلسطینی بچے، عورتیں اور دیگر افراد موت سے ہمکنار ہو چکے تھے۔ اس وقت عالمی دہشت گردی کا ہیں کیمپ اقوام متحدہ خاموش تھا۔ عالمی سطح پر انسانیت کے ساتھ ایک مرتبہ پھر مذاق شروع کر دیا گیا، جو کچھ اس طرح تھا کہ ان حملوں کے فوراً بعد امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس کا بیان سامنے آتا ہے جس میں وہ فلسطین اور اسرائیل کے درمیان جنگ بندی ختم کرنے کی ذمہ داری حماس پر ڈالتی ہیں۔ کیا فلسطین اور حماس دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ طویل عرصے بعد اب عالمی صہیونی مقاصد کے لئے ایک اور نئی اصطلاح ''نان اسٹیٹ ایکٹرز'' تواتر سے سامنے لائی جارہی ہے۔ تو کیا حماس کو بھی نان اسٹیٹ ایکٹر قرار دینے کی تیاری کی جارہی ہے؟ پھر فلسطین کون ہے؟

مشرق وسطیٰ کے عرب ممالک نے دوحہ میں عرب لیگ کے ہنگامی اجلاس کا مطالبہ کیا ہے تاکہ غزہ کے حوالے سے معاملات کا جائزہ لیا جاسکے۔ یورپی یونین نے اسرائیل کو جنگ بند کرنے کی اپیل کی ہے، جبکہ عالمی صہیونیت کے سب سے پہلے 'واچ ڈاگ' برطانیہ اسرائیل کو ''تحمل'' کا مظاہرہ کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ یہ سب باتیں کس سے کہی جارہی ہیں؟ اسرائیل کے وزیر اعظم ایہود اولمرٹ، وزیر دفاع ایہود بارک اور شمعون پیریز سے۔ ایہود بارک عالمی صہیونی تاریخ میں انتہائی سفاک دہشت گرد کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ماضی میں اسے بنیاد پرست صہیونیوں کی مکمل حمایت حاصل رہی ہے۔

غزہ پر اسرائیلی دہشت گردی کا منصوبہ بہت پہلے بنالیا گیا تھا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بارک اوباما کے حلف اٹھانے کے بعد اسرائیلیوں کو یقین ہوتا جارہا تا کہ کلنٹن دور کے امریکی ایلچی یہودی ڈینس روز کی نگرانی میں ایک اور نیا مصالحتی کمیشن تشکیل دے کر اسرائیل اور فلسطین کے درمیان مفاہمت کا ڈرامہ شروع کیا جانے والا ہے اور امریکہ اپنی زیادہ توجہ افغانستان، روس اور چین پر مرکوز کرنے والا ہے۔ جس کا فائدہ علاقے میں موجود فلسطین نواز قوتوں کو حاصل ہوسکتا تھا۔ اس لئے بہت پہلے سے غزہ کا محاصرہ کر کے اسے ہر قسم کی سپلائی روک دی گئی تھی اور اس حوالے سے حماس کو مورد الزام ٹھہرایا جارہا تھا کہ اس کی جانب سے کارروائیوں کے پیش نظر ایسا کیا گیا ہے۔ اس کے بعد غزہ میں محصور فلسطینیوں کے لئے غذا، دوائیوں اور تیل کی سپلائی بند کر دی گئی تاکہ یہاں سے کوئی بڑا ردعمل سامنے آسکے اور اسے بہانہ بنا کر صہیونی دہشت گردی کے لئے عالمی جواز کھڑا کیا جاسکے۔ اس سارے ڈرامے میں نام نہاد فلسطینی اتھارٹی اور الفتح نے انتہائی شرمناک کردار ادا کیا اور بین الاقوامی فورم پر اسرائیل کی اس کارروائی کے خلاف آواز بلند تک نہ کی۔ یوں اسرائیل اور حماس کے درمیان ایک مرتبہ پھر سرد جنگ کا آغاز ہوگیا۔ ایسا اس لئے بھی کیا جارہا تھا کہ عنقریب اسرائیل میں ہونے والے انتخابات میں انتہا پسند صہیونیوں کو کامیابی حاصل کرنے کے لئے وقت مل جائے۔ اس اعلان میں سب سے پہلے پہل صہیونی دہشت گرد وزیر دفاع ایہود بارک کی جماعت نے کی۔ ایہود بارک کے دفتر سے جاری ہونے والے اعلامیے میں کہا گیا ہے:

''چونکہ ملک کے جنوبی حصے میں جنگی کیفیت پیدا ہوچکی ہے، اس لئے وزیر دفاع کا انتخابی عمل سے زیادہ جنگی سرگرمیوں پر توجہ دینا زیادہ ضروری ہے''۔

عالم عرب کے سفارتی ذرائع کے مطابق مصری انٹلی جنس چیف بریگیڈیئر عمرو سلیمان نے علاقے کی اہم عرب حکومتوں کو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ اسرائیل غزہ کے علاقے پر محدود حملہ کرنے جارہا ہے تاکہ حماس پر جنگ بندی کے لئے دباؤ ڈالا جاسکے اور اسرائیلی فارمولے کے تحت اسے غیر مشروط کی جانب راغب کیا جاسکے۔ عرب ذرائع کے مطابق مصری انٹیلیجنس کے سربراہ عمرو سلیمان نے اسرائیلی وزیر خارجہ تسیپی لیفنی پر زور دیا تھا کہ اسرائیلی حملے میں فلسطینی شہریوں کی بڑی تعداد ہلاک ہوسکتی ہے اور بعد میں ان شہداء کی تصاویر عرب دارالحکومتوں کی سڑکوں پر عرب میں آگ لگا سکتی ہیں۔ حماس کے قریبی ذرائع نے ڈاکٹر محمود الزہار کے حوالے سے خبر دی ہے کہ مصر نے حملے سے ایک رات قبل حماس کی قیادت کو یقین دلایا تھا کہ اسرائیل مذاکرات کے لئے راضی ہے اور قاہرہ کی مرضی کے بغیر وہ غزہ کے علاقے پر حملہ نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ جب حماس کو اپنے ذرائع سے اسرائیلی حملے کے حوالے سے چوکس رہنے کی اطلاعات موصول ہوئیں تو مصری حکام حماس کو یقین دلا رہے تھے کہ ہفتے کا دن اسرائیل میں مذہبی عبادات کے لئے چھٹی کا دن ہوتا ہے۔ اس لئے اس دن حملہ نہیں ہوگا لیکن اس کے باوجود حماس نے غزہ میں موجود اپنے زیر انتظام وزارت داخلہ کی عمارات میں سے اہم افراد کو محفوظ مقامات پر منتقل ہونے کا اشارہ دے دیا تھا۔ اسرائیلی حملے کے حوالے سے حماس کے قریبی ذرائع نے ڈاکٹر الزہار کے حوالے سے خبر دی ہے کہ ''مصر اسرائیلی حملے میں حماس کو دھوکہ دینے میں ملوث ہے''۔ کیونکہ جمعرات کو قاہرہ میں اسرائیلی وزیر خارجہ لیفنی اور مصری صدر حسنی مبارک کے درمیان ملاقات کے دوران اسرائیلی وزیر خارجہ نے کہا تھا کہ اسرائیل غزہ پر حملہ نہیں کرے گا۔ لیکن اسرائیل نے اپنی روایتی دہشت گردی کا ثبوت دیتے ہوئے غزہ کے علاقے پر حملہ کر دیا۔

عالم عرب میں اگر ایک طرف اسرائیل کے خلاف دوبارہ نفرت کا اظہار کیا جارہا ہے تو دوسری جانب عرب حکمرانوں پر بھی سخت تنقید کی جارہی ہے اور انہیں اسرائیلی حکمرانوں سے بھی زیادہ غاصب اور وطن فروش کہا جارہا ہے۔ اس سلسلے میں مصری صدر حسنی مبارک اور مصری انٹلی جنس کے سربراہ عمرو سلیمان کو خاص طور پر تنقید کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ بعض عرب ذرائع کا دعویٰ ہے کہ مصری انٹلی جنس چیف کی حیثیت سی آئی اے اور اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد کے زیر اثر رہ کر کام کرتا ہے۔ اس بات کو تقویت اس وجہ سے بھی ملتی ہے کہ خود مصر کے صدر حسنی مبارک کو عالم عرب کے عوام امریکہ کا سب سے بڑا ایجنٹ تصور کرتے ہیں، جس ملک کے صدر کی امریکہ نوازی کا یہ حال ہو اس ملک کی خفیہ ایجنسی کے سربراہ سے کس قسم کے کردار کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اس لئے عمرو سلیمان کا کردار اس حملے میں اتنا ہی تصور کیا جارہا ہے جتنا اس میں اسرائیلی دہشت گردوں کا ہے۔ جب معاملات یہاں تک پہنچ چکے ہوں تو عرب لیگ کا اجلاس اس سلسلے میں کیا کردار ادا کرے گا۔

●●

اسماعیلؑ کی نسلوں کا دشمن

ڈاکٹر عامر لیاقت حسین

غزہ پر انسانی لہو بہا کر مزہ لوٹنے والے یہ اسرائیل کس طرح سے غزہ کی پٹی پر اپنی جارحیت کو جائز قرار دے سکتے ہیں جبکہ خود ان کا اپنا وجود ''ناجائز'' ہے۔ یہ انفرادیت اس اسرائیل ہی کو حاصل ہے کہ دنیا کے تمام ممالک میں یہ واحد ملک ہے جو نقشۂ ارضی پر کسی نظریے یا ضرورت کے بغیر زبردستی گھسا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کا اپنا کچھ نہیں، سب ہی ہتھیایا ہوا ہے اور اسی وجہ سے یہ امریکہ کا محبوب ہے۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ ہر مسلمان اور مسلم ملک سے امریکہ کو خطرہ ہے، مسلمان انہیں دہشت گرد، انتہا پسند، شدت پرست اور نہ جانے کیا کیا نظر آتے ہیں، مگر مجال ہے جو انہیں اسرائیل کی دہشت گردی نظر آجائے...... جس طرح عادی گناہ گار گناہ چھپانے میں مشاق ہوتا ہے بالکل اسی طرح کسی گناہ کو اپنانے والا اس گناہ کی موافقت اور اس کے حق میں دلائل کا پہاڑ کھڑا کر دینے میں ماہر ہوتا ہے۔ اسے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ بحث کا مقام سلامتی کونسل ہے یا میدان جنگ!

رقبے کے لحاظ سے امریکی ریاست ''نیو جرسی جتنا'' یہ اسرائیل ''کتنا بڑا فتنہ'' ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سال نو کے آغاز پر شب کے پہلے پہر، جب سارا عالم رنگ رلیوں میں مشغول تھا اور اس کرۂ ارض کے باشندے اس موقع پر جب ایک دوسرے کو داد عیش دینے میں مصروف تھے عین اسی وقت غزہ کے مکینوں نے اس دلآویز اور رنگا رنگ ماحول میں خوف و ہراس کے عالم اور جنگی طیاروں اور مارٹر گنوں کی گھن گرج میں نئے سال کا استقبال کیا...... وہ ارض پاک جس نے ستر انبیائے کرام علیہم السلام کو اپنی آغوش میں لیا ہوا ہے اسی مقدس سرزمین کے ایک خطے پر نئے سال کی پہلی رات خون کی ہولی کھیلی جارہی تھی اور امن کے عالمی پیامبروں'' کو اتنی فرصت بھی نہ تھی کہ وہ اپنے عشرت کدوں میں بیٹھ کر ان مظلوموں کی سمع خراش چیخوں پر کان دھرتے جو اسرائیل کی رضا سے غزہ سے اٹھ رہی تھیں۔

اسرائیل نے ''چھوٹا'' ہونے کے باوجود کئی بڑے مگر گھناؤنے عالمی ریکارڈز قائم کر رکھے ہیں جنہیں اگر گنوانا شروع کیا جائے تو صفحات کم پڑ جائیں۔ اس کا سب سے پہلا ریکارڈ تو خود اس کا اپنا قیام ہے، یہ تباہ شدہ فلسطین کے ملبے پر قائم ہونے والی زبردستی کی ریاست ہے۔ یہ ایک ایسا ملک ہے جس میں نسلی ولسانی بنیادوں پر قائم پانچ سو سے زائد قصبے اور دیہات ہیں جو کہ ایک علیحدہ عالمی ریکارڈ ہے۔ اس نے ایک ریکارڈ یہ بھی قائم کیا ہے کہ سب سے زیادہ مقامی باشندوں یعنی ۹۰ لاکھ سے زائد افراد کو بے وطن ہونے پر مجبور کر دیا...... صہیونیت کی مالا جپنے والے اسی ملک نے سب سے زیادہ مکانات کو مسمار کیا جن کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے۔ یہی وہ ریاست ہے جسے اقوام متحدہ کے فورم پر سب سے زیادہ مذمت کا نشانہ بنایا گیا یعنی سات سو سے زائد مواقع پر اور یہی وہ ریاست ہے جس کے دفاع کے لئے امریکہ نے ۱۲۰ مرتبہ سے زائد حق استرداد (ویٹو) استعمال کیا...... اسرائیل فی کس سالانہ کے حساب سے نہتے شہریوں کا سب سے زیادہ قتل عام کرنے والا ملک ہے جہاں ہر سال ساٹھ ہزار سے زائد افراد ہلاک ہوتے ہیں۔ یہی وہ ملک ہے جو دنیا میں فی کس سالانہ کے حساب سے شہریوں کو سب سے زیادہ پابند سلاسل کرتا ہے یعنی ڈھائی لاکھ سے زائد افراد۔

اسرائیل ہی وہ ملک ہے جہاں دنیا کے کسی بھی ملک سے زیادہ معصوم شہری معذور ہو جاتے ہیں اور یہ شرح پچاس ہزار سالانہ سے زائد ہے اور یہیں سب سے زیادہ شہری زخمی کئے جاتے ہیں جو تین لاکھ سالانہ سے زائد ہے۔ اس ملک کا ایک عالمی ریکارڈ یہ بھی ہے کہ اقوام متحدہ میں صرف دو ممالک امریکہ اور مائکرونیشیا ہی اس کی پالیسیوں کا دفاع کرتے ہیں اور یہ وہ واحد ملک ہے جو دنیا کے ہر فورم پر اپنے پناہ گزینوں کی واپسی کے حق کا منکر ہے۔ اسرائیل کو جو ایک اور ''منفرد اعزاز'' حاصل ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایک ریاست پر کلیتاً اور دو ریاستوں پر جزوی طور پر قابض ہے۔ یہ علی الاعلان اپنے پڑوسی ممالک کا پانی چوری کرتا ہے اور یہاں اجتماعی سزا کے طور پر مکانات کو مسمار اور درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دینے کا قانون موجود ہے۔ اس ملک میں قتل عام کو قانونی درجہ حاصل ہے، یہاں تشدد کو جائز سمجھا جاتا ہے اور سرعام مختلف تنظیموں کے کارکنان کو مقدمہ چلائے بغیر جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ کے مطابق اسرائیل دنیا کا واحد ملک ہے جہاں سب سے زیادہ چیک پوسٹیں قائم ہیں اور جہاں سب سے زیادہ کرفیو لگایا جاتا ہے جس کا مقصد معصوم فلسطینیوں کو تنگ کرنا ہے۔ ان چیک پوسٹوں پر مریض ''انتظار'' کے سبب دم توڑ جاتے ہیں اور حاملہ عورتوں کی ''باریک بینی'' سے تلاشی کے پیش نظر کئی عورتوں کے حمل ضائع ہو چکے ہیں۔ محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن اس ملک نے آنسو گیس کے نام پر ایک ایسا خطرناک کیمیائی مواد ایجاد کیا ہے جس سے عورتوں کے حمل ساقط ہو جاتے ہیں اور یہیں پر پہلی مرتبہ انسانی پنجروں کو متعارف کرایا گیا۔

یہ دنیا کا واحد ملک ہے جہاں برسرعام دہشت گردی کی حمایت و ستائش کی جاتی ہے اور دہشت گردی کی یادگاروں پر جمع ہو کر اجتماعی رقص کیا جاتا ہے۔ اس کا ایک عالمی ریکارڈ ایسا ہے جسے شاید ہی کوئی اور توڑ پائے اور وہ یہ ہے کہ یہاں سیاسی مقدمات کے تحت کم سن بچوں کو جیلوں میں رکھا جاتا ہے اور بچوں کے سر توڑنے والوں کو انعام کے طور پر ماہانہ مراعات دی جاتی ہیں۔ اسرائیل عمومی طور پر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے مخالفین اسے صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس نے ایک ''سالم ریاست'' کو صفحۂ ہستی سے مٹا رکھا ہے۔ اسی نے مشرق وسطیٰ میں سب سے پہلے جوہری ہتھیار متعارف کرائے مگر مشرق وسطیٰ کی یہ وہ واحد ریاست بھی ہے جو جوہری عدم پھیلاؤ کے معاہدے پر دستخط سے گریزاں ہے، یہ ایک ترقی یافتہ خوش حال ملک ہونے کے باوجود دنیا میں سب سے زیادہ امداد وصول کرتا ہے جو کہ قحط زدہ افریقی ممالک کی مجموعی امداد سے بھی زیادہ ہے۔

افسوس ہے کہ اس عالمی برادری پر جو چند روز قبل ممبئی حملوں کے دوران چھ یہودیوں کے قتل پر فوری حرکت میں آگئی تھی مگر دو روز میں چار سو پچاس سے زائد فلسطینیوں کی شہادت پر خاموش ہے۔ شاید اس لئے کہ ہم سے خیبر کی شکست کا بدلہ لیا جارہا ہے۔ شاید اس لئے کہ ہمارے ہاتھوں بنو قینقاع والوں نے اپنی بدعہدی کا مزہ چکھا ہے، شاید اس لئے کہ احد کے میدان میں مشرکین کے پیچھے یہودیوں کی قوت کو ہم نے پہچان لیا تھا اور شاید اس لئے کہ کعب بن اشرف کا قتل ایہود بارک کو اب بھی انتقام کا مطالبہ کرتا ہے۔

●●

اسرائیلی حملہ جنگی جرم کے مترادف/ قطر

دبئی۔ امریکہ کے حلیف قطر نے کہا ہے کہ غزہ پر اسرائیلی حملہ جنگی جرم کے مترادف ہے۔ انھوں نے عرب ممالک کی ہنگامی کانفرنس کی اپیل دوہرائی ہے۔ قطر کے حکمراں شیخ حماد بن خلیفہ الثانی نے کہا: ''غزہ میں عرب لوگ غیر منصفانہ جارحیت کا شکار بنے ہوئے ہیں جس میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے۔ الجزیرہ پر دکھائے گئے ان کے بیان میں کہا گیا ہے کہ پناہ گزیں کیمپوں کو نشانہ بنا کر جدید ہتھیاروں سے اس طرح حملے کرنا جنگی جرم سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ غزہ پر اسرائیلی فوج کے حملے میں پانچ سو سے زائد فلسطینی مارے گئے ہیں۔ ان میں بڑی تعداد عام شہری شامل ہیں جبکہ اسرائیل کا کہنا ہے کہ وہ حماس کے جنگجوؤں کو نشانہ بنا رہا ہے۔

بقیہ: مالی بحران نے دو اہم ستون ہلا دیئے

فروخت ہوتی ہے اور بڑے بڑے اسٹورز اور دوسری دکانوں کا اپنے کاروبار کے سلسلے میں بڑی حد تک اسی خرید و فروخت پر دارومدار رہتا ہے۔ اس سال کرسمس سے قبل خرید و فروخت قیمتوں میں پچاس سے لے کر ۷۵ فیصد تک کی تخفیف کے باوجود بہت کم رہی ہے۔ دوسری طرف مکانات کی قیمتیں برابر گر رہی ہیں۔

موجودہ مالی بحران ماضی کے بحرانوں سے مختلف ہے۔ موجودہ بحران نے معاشرے کے دو اہم ستونوں کو سانپ کی کنڈلی کی طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ایک اخبارات اور دوسرا کلیسا۔

برطانیہ میں اس وقت مالی بحران کے نتیجے میں اخبارات پر مہیب سائے منڈلا رہے ہیں۔ سب سے زیادہ خطرہ علاقائی اخبارات کو لاحق ہے۔ اس سال شمال مغربی انگلستان میں گیارہ اخبارات بند ہوئے ہیں اور ایک اندازے کے مطابق عنقریب مزید ساٹھ اخبارات کے بند ہونے کا اندیشہ ہے۔ اخباری صنعت پہلے ہی ٹیلی ویژن کی وجہ سے اشتہارات کی آمدنی سے محروم ہوتی جارہی تھی اور انٹرنیٹ کے سبب اخبارات کی اشاعت کم ہوتی جارہی تھی کہ موجودہ مالی بحران نے اس صنعت کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس سال اخبارات کی اشتہارات سے آمدنی میں تین فی صد اور اشاعت میں چھ فیصد تخفیف ہوئی ہے۔

لندن سے شائع ہونے والے اخبارات میں جنہیں قومی اخبارات کہا جاتا ہے، آمدنی اور اشاعت کی کمی کی وجہ سے صحافیوں اور دوسرے کارکنوں کی بڑے پیمانے پر چھٹنی ہورہی ہے۔ گو سود کی شرح کم ہوگئی ہے لیکن بینک اخبارات کو جدید ٹیکنالوجی اور آلات کے لئے قرضے دینے سے ہچکچا رہے ہیں، کیونکہ خود انہیں اپنے وجود کا خطرہ ہے اور پھر خطرہ ہے کہ اگر اخبار بند ہوگئے تو ان کی رقم ڈوب جائے گی۔

موجودہ صورت حال میں یہ خطرہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ متعدد اخبارات کے بند ہوجانے سے چند بڑے اداروں کی اجارہ داری بڑھ جائے گی اور صحافت پر ان کی گرفت سخت ہوجائے گی۔ حالات کا یہ اندازہ نہ صرف صحافیوں کے لئے نہایت پرخطر ہے بلکہ آزادیٔ صحافت اور رائے عامہ کی تشکیل کے لئے بھی خطرناک تصور کیا جارہا ہے۔ بلاشبہ اس کا اثر معاشرے کے جمہوری مستقبل پر بھی پڑے گا۔

موجودہ مالی بحران کی ملک کے سرکاری کلیسا چرچ آف انگلینڈ پر بھی بری مار پڑی ہے۔ یوں تو برطانیہ میں اڑتیس مختلف کلیسا ہیں لیکن چرچ آف انگلینڈ جو چار سو پچھتر سال پرانا ہے سب سے بڑا کلیسا ہے، جس کا سربراہ ملک کا فرمانروا ہوتا ہے۔ اس کلیسا کے ملک بھر میں سولہ ہزار گرجا گھر ہیں اور ایک سو تیرہ بشپ۔ ان تمام گرجا گھروں کے انتظام اور بشپ اور پادریوں کی تنخواہوں، پنشن اور ان کے مکانات اور دفاتر کی دیکھ بھال پر ہر سال پچیس بلین پونڈز کا خرچ آتا ہے۔

یہ انکشاف ہوا ہے کہ اس بار کرسمس کے غیر ضروری تحائف پر دو ارب پونڈز خرچ کئے گئے۔ انٹرنیٹ پر خرید و فروخت کرنے والی سائٹ ای بے کا کہنا ہے کہ اندازہ ہے کہ لوگ مالی بحران کے پیش نظر ایک ارب ستر کروڑ پونڈز کے تحائف فروخت کر دیں گے۔ مالی بحران نے اس ملک کے عوام پر جو ہیبت طاری کر دی ہے یہ اس کی واضح مثال ہے۔

چرچ آف انگلینڈ کو مالی بحران کی وجہ سے دوہری مار سہنی پڑ رہی ہے۔ یکطرفہ چرچ جانے والوں کی تعداد برابر کم ہوتی جارہی ہے اور جو لوگ عبادت کے لئے گرجا گھر جاتے ہیں وہ موجودہ مالی بحران کی وجہ سے چندہ دینے میں قدرے محتاط ہوگئے ہیں۔ یوں کلیسا کی آمدنی پر اثر پڑ رہا ہے۔ دوسری جانب کلیسا نے جو عمارتیں مارگیج پر لی ہیں ان کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے بینک ان پر قبضہ کر رہے ہیں۔ اب تک کوئی ایک درجن سے زیادہ عمارتیں کلیسا کے ہاتھ سے نکل گئی ہیں۔

برطانیہ میں اس وقت بینکوں اور کلیسا کے درمیان پہلے جیسے خوشگوار تعلقات باقی نہیں رہے ہیں۔ اس کرسمس پر کلیسا کے آرچ بشپ اور دوسرے بشپس نے اپنے خطبوں میں موجودہ مالی بحران کا اصل ذمہ دار بینکوں کے لالچی اور حریص کلچر کو قرار دیا ہے۔ آرچ بشپ آف یارک ڈاکٹر سینتا مو نے استحصالی بینکاروں کے ظالمانہ لالچ کی مذمت کرتے ہوئے موجودہ بحران کو دوسری عالم گیر جنگ جیسے خطرے سے تعبیر کیا۔ ایک ہفتہ قبل آرچ بشپ آف کنٹربری ڈاکٹر روون ولیمز نے بینکوں کو دیوالیہ ہونے سے بچانے کے لئے وزیر اعظم گورڈن براؤن کی حکمت عملی پر کڑی نکتہ چینی کی تھی اور الزام لگایا تھا کہ وہ صارفین کو اسی طرح بے تحاشہ خرچ کرنے پر اکسا رہے ہیں جس طرح منشیات کے عادی کو دوبارہ منشیات فراہم کی جائیں۔ ●●

تعارف وتبصرہ

نام کتاب : فلسطین: کسی صلاح الدین کے انتظار میں
نام مؤلف : مولانا نور عالم خلیل امینی
صفحات : ۶۶۴ قیمت درج نہیں
ناشر : ادارہ علم وادب، افریقی منزل قدیم نزد چھتہ مسجد، دیوبند (یوپی)

ارض فلسطین سے مسلمانوں کا دینی، روحانی وجذباتی تعلق ہے۔ یہاں مسجد اقصیٰ واقع ہے جہاں قرآن کریم کے اعلان کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات میں مسجد حرام سے لے گیا اور پھر وہاں سے جہاں جہاں چاہا معراج کی بلندیوں تک لے گیا۔ یہ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے جس پر اس وقت صلیبیوں کی سازش و اعانت اور دہشت گردی سے صہیونی طاقتیں قابض ہیں۔ یہ قبضہ وتسلط اسلام دشمن طاقتوں کی ایک بہت بڑی اور وسیع المدتی منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے۔ زیر تبصرہ کتاب انہی منصوبہ بندیوں سے پردہ اٹھانے والی ایک دستاویز ہے۔ کتاب کے مؤلف مولانا نور عالم خلیل امینی دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ عربی ادب کے استاذ ہیں اور دارالعلوم کے عربی ترجمان 'الداعی' کے رئیس التحریر یا چیف ایڈیٹر ہیں۔

مسئلہ فلسطین آپ کے مطالعہ، تحقیق اور دلچسپی کا خاص موضوع ہے۔

اتنی ضخیم کتاب میں اور نئے طویل عرصہ کی دلچسپی کے نتیجے میں وہ سب کچھ جمع کر دیا ہے جس کی کوئی قاری کتاب سے توقع کر سکتا ہے۔ جس کی فہرست مضامین ہی ۱۹ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے ارض فلسطین کی عظیم تاریخ، اس کے اہم شہر، اہم تاریخی مسجدیں، یہودیوں کے بے بنیاد دعوے، برطانوی کردار اور صہیونی قبضے، غاصب اور ناجائز ریاست کے قیام کا اعلان۔ عوامی مزاحمت اور تنظیم آزادی فلسطین (پی ایل او) فلسطین کی یہودکاری اور فلسطینی پناہ گزیں جیسے امور کی تاریخ سے شروع ہو کر تاریخ قدس، فضیلت اقدس، جائے وقوع، علاقے، قدس کی اسلامی فتح، یہودیانے کی کارروائی، قضیۂ فلسطین، نئے تصورات و اصطلاحات، صہیونیوں کی ظالمانہ کارروائیاں، اہم مقبرے، بازار، یہاں مدفون صحابہ کرام جیسے اہم موضوعات سے گزرتے ہوئے فلسطینیوں کے قتل عام کی کچھ اہم اور مختصر روداد، المیۂ لبنان کا سبق اور عربوں کے لئے باعث عبرت، فلسطینیوں کا باہمی تصادم، عثمانی خلیفہ عبدالحمید کی قابل رشک جرأت، اسرائیل کی مکاری وفریب دہی اور عربوں کا قراردادیں پاس کرنا، امریکہ، یورپی یونین اور اقوام متحدہ کے رول کا غیر جانبدارانہ تجزیہ جیسے موضوعات سے تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے

لب ولہجہ، اسلوب اور طرز نگارش کے لئے مؤلف کا نام قارئین دعوت کے لئے محتاج تعارف نہیں ہے۔ عربی زبان سے شغف رکھنے والے علماء، طلبہ زبان کے حوالے سے عربی ایڈیشن سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

📖

نام کتاب : منافع بخش انڈسٹریز (حصہ اول)
مصنف : ایم اے پرویز
ناشر : رہبر صنعت وتجارت ۲۴ رسی، برائٹ اسٹریٹ، کلکتہ، مغربی بنگال۔ ۷۰۰۰۱۷
صفحات : ۱۷۶ ☆ قیمت: ۹۰ روپے

ہندوستان کے مسلمانوں کو درپیش مسائل میں سے ایک بنیادی مسئلہ معاشی بدحالی بھی ہے جس کی طرف ملت کے قائدین توجہ دلاتے رہے ہیں اور خود حکومت نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ معاشی بدحالی کے لئے ایک طرف جہاں حکومت کی بعض پالیسیاں ذمہ دار ہیں وہیں خود مسلمان بھی اس کے لئے کچھ کم ذمہ دار نہیں ہیں۔ اس کی کئی وجوہ ہیں اور متعدد اسباب ہیں۔ ان وجوہ میں نظم وضبط کا فقدان، کم علمی، قوت ارادی کی کمی کے ساتھ ساتھ بروقت اہم اور بنیادی معلومات اور منصوبہ و خاکہ سے لاعلمی بھی ہے جس نے معاشی بدحالی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ معاشی میدان میں مسلم نوجوانوں کی رہنمائی کا کام بھی تقریباً نہ کے برابر ہے جبکہ معلومات و منصوبہ بندی کی اس میدان میں پے درپے ضرورت پڑتی ہے۔ ادارہ رہبر صنعت و تجارت کا اس سلسلے میں کام لائق ستائش ہے۔ ادارے نے ماہنامہ اور مختلف کتابوں کی شکل میں اس سلسلے میں خاصہ مواد فراہم کیا ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب میں فائل، اسکین کریم، پرنٹنگ رنگ، پلاسٹک کی اشیاء، موم بتیاں، ٹوتھ پاؤڈر، آئس کریم، گریس، ڈش واشنگ پاؤڈر، بیکری، فوٹ ویئر، آئل، سوگر کینڈی، شو پالش جیسی تقریباً تیس بتیس مصنوعات کی جملہ تفصیلات، منصوبہ، طریقہ، خام مال کی دستیابی وغیرہ ضروری چیزیں دے دی گئی ہیں جو کہ خود روزگار کے متلاشی کے لئے مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔

📖

نام کتاب : فاروق بانسپاری (حیات اور شعری خدمات)
نام مؤلف : ڈاکٹر سید شکیب ارسلان
ناشر : ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۳۱۰۸ وکیل اسٹریٹ، کوچہ پنڈت، لال کنواں، دہلی۔ ۶
صفحات : ۱۹۲ ☆ قیمت ۱۵۰ روپے

بیسویں صدی کے وسط کی اردو شاعری اپنے وجود میں تجربات ومشاہدات، قلب وقالب میں تغیرات کے اعتبار سے بہت اہمیت کی حامل رہی ہے۔ اس دور میں ملکی و بین الاقوامی حالات وحوادث اور سیاسی وسماجی تبدیلیوں نے زبان وادب پر بھی گہرے اثرات ڈالے۔ نتیجے کے طور پر رومانیت، ترقی پسند، حلقہ ارباب ذوق، علی گڑھ تحریک جیسے کئی ادبی رجحان سامنے آئے جنھوں نے خاص تعداد میں ادباء وشعراء کے ذہنوں کو متاثر کیا۔ ایک رجحان ادب اسلامی کی پاسبانی نسل نو کی رہنمائی اور حق شناسی وحق گوئی کا بھی تھا۔ فاروق بانسپاری کا اس رجحان کے خوگر شعراء میں شمار ہوتا ہے اور اس صف میں انہیں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ فاروق بانسپاری ناسازگار حالات کے باعث اپنی اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خواہش کی تکمیل تو نہ کر سکے لیکن استاد شعراء کی تلامذت، علامہ کیفی چریا کوٹی، مولانا آزاد سبحانی، ملک نصر اللہ خاں عزیز، مولانا مسعود عالم ندوی، حسرت موہانی جیسے ادباء وشعراء سے استفادہ نے ان کی فکری آبیاری کی۔ فاروق بانسپاری نے ابتداء میں تو شاعری کی مروجہ راہ کو ہی اختیار کیا لیکن شعور کی پختگی اور تجربات و مشاہدات سے استفادہ، حالات حاضرہ کے محاکمہ اور متعدد تحریکات سے وابستگی اور اثر آفرینی نے انہیں جلد ہی ادب اسلامی کی طرف مائل کر دیا۔ فاروق بانسپاری فکر اقبال سے کافی حد تک متاثر تھے اور آخری دم تک ان کی راہ پر ہی گامزن رہے۔

زیر نظر کتاب میں شاعر کے حالات زندگی کو انحصار کے ساتھ بیان کرنے کے ساتھ قدرے تفصیل سے ان کی انہی گونا گوں خوبیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ دراصل ڈاکٹر طلعت حسین نقوی کے زیر نگرانی تحریر کیا گیا تحقیقی مقالہ ہے جسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ چھ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں شاعر کی حیات، ان کے عہد کی فکری وفنی روایات، شاعری کا ارتقاء، نظم نگاری، غزل گوئی، شاعر کی مجموعی خدمات اور ان کے اثرات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پروف کی خامیوں اور بعض شخصیات کے ناموں کے املے کی نادرستگی کے علاوہ کتاب میں مذکور شاعر کا سن ولادت محل نظر ہے۔ کمپوزنگ وطباعت اور سرورق دیدہ زیب ہے۔

●●

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● نئی دہلی- ہندوستان نے ممبئی حملے میں پاکستانی عناصر کے ملوث ہونے کے ثبوت خارجہ سکریٹری شیوشنکر مینن کے ہاتھوں پاکستان ہائی کمشنر شاہد ملک کے حوالے کئے۔ ادھر پاکستان کی وزارت خارجہ کے ترجمان محمد صادق نے بھی اس کی توثیق کی کہ ممبئی حملوں سے متعلق کچھ اطلاعاتی ساز وسامان ہندوستان نے سونپے ہیں۔

● نئی دہلی- سپریم کورٹ نے ایک اہم فیصلے میں کہا ہے کہ عدالت کسی پارلیمانی رکن کو نااہل قرار نہیں دے سکتی لہٰذا آسام میں تیزپور سے منتخب کانگریس کے رکن مانی کمار سبا کو ہندوستانی شہری نہ ہونے کی بنیاد پر نااہل قرار دینے کا مطالبہ کرنے والے عرضی گزار کو چاہئے کہ وہ آئین کی دفعہ ۱۰۳ کے تحت اہل مقتدرہ سے رجوع کرے۔

● نئی دہلی- ملک کے پہلے وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد کو خراج عقیدت پیش کرنے کی غرض سے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (یو جی سی) نے ان کے نام سے ملک کی چھ یونیورسٹی میں چیئر قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

● سری نگر- نیشنل کانفرنس کے صدر عمر عبداللہ نے ایک تقریب میں جموں وکشمیر کے گیارہویں وزیر اعلیٰ کے طور پر حلف لیا۔ کانگریس کے تاراچند شرما نائب وزیر اعلیٰ بنے۔ دونوں پارٹیوں کی مخلوط حکومت بنی ہے۔

● سری نگر- پی ڈی پی نے کانگریس اور نیشنل کانفرنس میں اتحاد ہونے کے بعد مرکزی یو پی اے سرکار سے علیحدگی اختیار کرلی۔

● جموں- کانگریس نے چودھری محمد اسلم کو اور بی جے پی نے چمن لال گپتا کو ریاستی اسمبلی میں اپنا لیڈر بنایا ہے۔

● ورندا پالم- وشو ہندو پریشد کے صدر اشوک سنگھل نے یہاں تنظیم کی سہ روزہ بین الاقوامی کانفرنس میں کہا کہ ملک کے سبھی ہندوؤں کو سویم سیوک بن جانا چاہئے اور اپنی تہذیب کی حفاظت کے لئے مذہبی تحفظ فنڈ قائم کرنا چاہئے۔

● پنے- شیوسینا کے لیڈر اودھو ٹھاکرے نے یہاں اکھل بھارتیہ برہمن مہا سبھا کی تیسری سالانہ میٹنگ میں کہا کہ مراٹھی مانس کو متحد ہوکر مرکز کی یو پی اے سرکار کو شکست دینا چاہئے اور ممبئی حملوں میں گرفتار اجمل عامر قصاب پر عدالت میں مقدمہ چلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس کے بجائے اسے سرعام پھانسی پر لٹکا دینا چاہئے۔

● لکھنؤ- یہاں بابری مسجد ایکشن کمیٹی کی میٹنگ میں بتایا گیا کہ اگر بابری مسجد مقدمہ کی سماعت اسی رفتار سے ہوتی رہی اس میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہوئی تو ایک سال میں فیصلہ متوقع ہے۔

● پنے- بی جے پی کے لیڈر گوپی ناتھ منڈے نے کہا ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم سماج میں معاشی پسماندگی کی بنیاد پر ریزرویشن دیں چاہے وہ شخص کسی بھی ذات یا مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔

● نئی دہلی- ہندوستان میں امریکی سفیر ڈیوڈ ملفورڈ نے یہاں نامہ نگاروں سے کہا کہ امریکہ ممبئی پر حملوں کی جانچ کے تعلق سے بہت سنجیدہ ہے۔ امریکی وزیر خارجہ کونڈولیزا رائس، نائب وزیر خارجہ جان نیگروپونٹ اور ایڈمرل مائیکل مولن کا نئی دہلی کا دورہ اس بات کا ثبوت ہے۔

● نئی دہلی- مرکزی حکومت نے اقلیتوں، درجہ فہرست ذاتوں، درج فہرست قبائل اور دیگر پسماندہ طبقات کے طلباء کو اعلیٰ تعلیم فراہم کرانے کے لئے تقریباً ساڑھے سات ہزار کروڑ روپے کی کثیر رقم مختص کی ہے۔

● نئی دہلی- دہشت گردی کے الزام میں گرفتار دو ملزموں محمد معارف اور ارشاد علی نے جیل سے اپنی رہائی کے لئے ایک مقامی عدالت میں اپیل کی ہے۔ دہلی ہائی کورٹ کی ہدایت پر سی بی آئی نے معاملے کی جو تحقیقاتی رپورٹ عدالت میں پیش کی ہے اس میں کہا ہے کہ ان کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔ دہلی پولیس کی خصوصی سیل نے انہیں جھوٹے الزام میں پھنسایا ہے۔

● نئی دہلی- ہندوستان نے امریکہ کے ساتھ اب تک کے سب سے بڑے دفاعی سودے کے تحت آٹھ بوئنگ پی-۸۱ طیاروں کی خرید کے لئے ۲ء۱ ارب ڈالر کا معاہدہ کیا ہے۔

● نئی دہلی- الیکشن کمیشن نے تھرومنگلم میں ضمنی انتخاب کے دوران عوام میں رقم بانٹنے کے الزام میں تملناڈو کے وزیر اعلیٰ ایم کروناندھی کے بیٹے ایم کے اسٹالن کے خلاف جرائم کا مقدمہ درج کرنے کی ہدایت دی ہے۔

بین الاقوامی

● اسلام آباد- پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے کہا ہے کہ ان کا ملک ہندوستان سمیت تمام پڑوسی ملکوں سے دوستانہ تعلقات کا خواہاں ہے۔ ہندوستان کے ساتھ اچھے رشتے پاکستان کے مفاد میں ہیں اور اس سے پورے خطے میں استحکام کا ماحول پیدا ہوگا۔

● غزہ- اسرائیلی فوج نے شمالی غزہ پر قبضہ کرلیا اور شہر کو عملاً دو حصوں میں تقسیم کردیا۔ ادھر حماس نے ایک کرنل سمیت ۱۱ اسرائیلی فوجیوں کو ہلاک کرنے اور ۴۹ کو زخمی کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔

● تل ابیب- اسرائیلی وزیر اعظم ایہود اولمرٹ نے فرانس کے صدر نکولس سرکوزی، روسی صدر میدویدیف اور عالمی رہنماؤں سے ٹیلی فون پر بات کرتے ہوئے غزہ پر حملے بند کرنے سے انکار کیا ہے۔

● غزہ- حماس نے ایک بیان میں کہا کہ ابھی تک نہ تو ہم نے اپنے پاس موجود طاقت کا بھرپور استعمال کیا ہے اور نہ ہی جنگ کے تمام حربے استعمال کئے ہیں۔ ابھی تو جنگ کا آغاز ہے ہم قابض یہودیوں کے خلاف طاقت کے تمام وسائل استعمال کرکے اسے شکست فاش سے دوچار کریں گے۔

● لندن- اہم ہندوستانی نژاد صنعت کار لارڈ سوراج پال نے بی بی سی کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں کہا کہ میرے خیال میں ہندوستان کی اقتصادی شرح نمو گھٹ کر پانچ فیصد بلکہ اس سے کم بھی ہوسکتی ہے۔ اس کے باوجود وہ یہاں سرمایہ کاری کے اپنے وعدہ پر قائم ہیں۔

● کولمبو- سری لنکا میں تمل باغیوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے شمالی علاقے میں ۵۳ فوجیوں کو ہلاک کیا ہے جہاں فوج باغیوں کے گڑھ پر کنٹرول کرنے کی کوشش کررہی ہے۔ ادھر فوج نے ایل ٹی ٹی ای کے لیڈروں کو پکڑنے کے لئے دھاوا بولنا شروع کردیا ہے۔

● ڈھاکہ- بنگلہ دیش کی نو منتخب وزیر اعظم شیخ حسینہ واجد کے خلاف لگائے گئے زبردستی رقم وصولی کے الزامات کو ان کی حلف برداری سے ایک دن قبل ۵ر جنوری کو واپس لے لیا گیا۔

● کھٹمنڈو- فوج کی تشکیل نو کے سلسلے میں سیاسی پارٹیوں میں اختلافات کے درمیان ملک کی بری فوج کے سربراہ جنرل رکمنگد کٹوال نے سیاستدانوں سے کہا ہے کہ افواج کو کسی تنازعہ میں نہ گھسیٹا جائے۔

● کوالالمپور- ملیشیا کے سابق وزیر اعظم ماثر محمد نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ امریکی پشت پناہی کے باعث اسرائیل نہتے فلسطینیوں پر مظالم ڈھا رہا ہے۔ اگر دنیا کے تمام ممالک خصوصاً مسلم ممالک امریکی کرنسی ڈالر میں لین دین بند کردیں تو امریکی تجارت بند ہوجائے گی، جب ڈالر نہیں ہوگا تو امریکہ ہوش میں آجائے گا۔

● میرانشاہ- شمالی وزیرستان میں امریکہ کے لئے جاسوسی کرنے کے الزام میں تین افراد کو گولی مار کر ہلاک کردیا گیا۔

● دبئی- قطر کے حکمراں شیخ حماد بن خلیفہ الثانی نے کہا ہے کہ غزہ پر اسرائیلی حملہ جنگی جرائم کے مترادف ہے۔ واضح رہے کہ قطر میں امریکی فوج کی سنٹرل کمان کے دفاتر ہیں اور حماس کے ساتھ بھی اس کے قریبی روابط ہیں۔ انہوں نے عرب ممالک کی ہنگامی کانفرنس کی اپیل کی۔

● دبئی- مغربی بنگال میں برڈفلو کے مدنظر متحدہ عرب امارات نے ہندوستانی پولٹری پروڈکٹس پر پابندی جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔

● اسلام آباد- پاکستان کے وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی نے امریکہ کے نائب وزیر خارجہ رچرڈ باؤچر سے ملاقات کے دوران فلسطینیوں کے قتل عام پر تشویش ظاہر کی اور کہا کہ امریکہ نہتے فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی حملے روکنے کے لئے اپنا رول ادا کرے اور ڈاکٹر عافیہ کو پاکستان کے حوالے کرے۔

● واشنگٹن- امریکہ کے سابق صدر سینئر بش نے فاکس نیوز چینل کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں کہا کہ وہ جارج ڈبلیو بش کے بعد اپنے دوسرے بیٹے جیب بش کو بھی امریکہ کا صدر بنتے دیکھنا چاہتے ہیں۔

● بوجمبرا- برونڈی اور یوگانڈا نے کہا ہے کہ صومالیہ میں افریقی یونین کی امن فوج میں کام کرنے والے ان کے فوجیوں کو جنگجوؤں کے خلاف کارروائی کرنے کی اجازت دینی چاہئے۔

کیا امریکہ بھی اپنے انجام کی طرف بڑھ رہا ہے؟

منصور اصغر راجہ

جب سے افغان جنگ میں شدت آئی ہے، امریکی حکام نے افغان مزاحمتی قوتوں کو کنٹرول کرنے کے لئے مختلف حربے آزمانے شروع کردیے ہیں۔ کبھی مذاکرات کی باتیں، کبھی طالبان کے لئے اعلان، معافی، کبھی حکومتی عہدوں کی پیشکش، کبھی ملا عمر کا نام دہشت گردوں کی فہرست سے نکالنے کا شوشہ، کبھی طالبان کو ''اعتدال پسند'' ''شدت پسند'' گروپوں میں تقسیم کرنے کا ہتھکنڈہ اور کبھی افغانستان کو تقسیم کرنے کے منصوبے۔ جہاں تک مذاکرات اور سعودی عرب کی ثالثی کی خبروں کا تعلق ہے تو اس حوالے سے طالبان ذرائع اکثر تردید کرتے رہتے ہیں، لیکن حال ہی میں طالبان کے سپریم لیڈر ملا محمد عمر نے بھی بڑے واضح الفاظ میں ان تمام خبروں کی تردید کرتے ہوئے انہیں پروپیگنڈہ مہم کا حصہ قرار دیا ہے۔ اپنی تنظیم کی طرف سے جاری کئے گئے ایک بیان میں انہوں نے کہا ہے کہ طالبان اور افغان حکام کے درمیان ملاقات اور بات چیت کی اطلاعات دراصل پروپیگنڈہ مہم کا حصہ ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے افغانستان میں قیام امن کے لئے مذاکرات اور مذاکراتی عمل میں سعودی عرب کی جانب سے ثالثی کی بھی تردید کی ہے۔

آج کل ایک نئے امریکی منصوبے کی بازگشت سنائی دے رہی ہے۔ یہ منصوبہ ماہ نومبر ۲۰۰۸ء میں کینیڈا میں منعقد ہونے والی نیٹو ممالک کے وزرائے دفاع کی کانفرنس میں امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس نے پیش کیا تھا۔ امریکی ذرائع ابلاغ کے مطابق امریکی عسکری حکام نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ عراق کی طرز پر افغانستان میں بھی طالبان کے خلاف جنگی ملیشیا قائم کی جائے۔ ذرائع کے مطابق امریکی محکمہ دفاع پینٹاگون نے اس منصوبے پر آزمائشی طور پر ۲۰۰۹ء میں افغانستان کے بعض مشرقی صوبوں میں عمل درآمد کرانے کی کوششیں شروع کردی ہیں۔ منصوبے کے تحت امریکہ رواں برس مشرقی صوبوں کنڑ، ننگرہار، خوست پکتیا، پکتیکا اور لغمان میں جنگی ملیشیا تیار کرے گا جسے جدید ہتھیاروں سے مسلح کرنے کے ساتھ ساتھ بھاری فنڈز بھی دیئے جائیں گے۔ قبل ازیں امریکہ نے القاعدہ کو ختم کرنے کے لئے عراق میں بھی یہی طریقہ آزمایا تھا جس میں وہ بڑی حد تک کامیاب بھی رہا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا امریکہ افغان عوام کو مزاحمتی قوتوں سے لڑانے میں کامیاب ہوپائے گا! اس حوالے سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ابھی تک اس منصوبے کی عملی شکل واضح نہیں ہورہی ہے کیونکہ اکثر نیٹو ممالک اس کے حق میں نہیں ہیں۔ امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس نے جب نیٹو وزرائے دفاع شرکائے کانفرنس کو اس منصوبے کے حوالے سے اعتماد میں لینے کی کوشش کی تو کینیڈا سمیت نیٹو کے اکثر رکن ممالک نے اس منصوبے کی حمایت سے انکار کردیا۔ نیٹو کے رکن ممالک جنگی ملیشیا کے قیام کی بجائے طالبان سے مقابلے کے لئے افغان فورسز کو مضبوط کرنے کی بات کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں کینیڈا کا یہ موقف ہے کہ افغان فوج اور پولیس کو جلد از جلد طالبان سے مقابلے کے قابل بنایا جائے تاکہ ۲۰۱۱ء تک کینیڈا افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلالے۔ یاد رہے کہ کینیڈین افواج قندھار میں تعینات ہیں جو طالبان مزاحمتی تحریک کا اصل مرکز ہے۔ ثانیاً اگر جنگی ملیشیا کے قیام کا منصوبہ عراق میں کامیاب ہوا تو ضروری نہیں کہ افغانستان میں مثبت نتائج سامنے لائے۔ عراق میں اگرچہ مزاحمتی قوتوں نے بڑی شجاعت اور دلیری کا مظاہرہ کیا، لیکن امریکہ اور اسرائیل کی حامی قوتیں بھی وہاں اپنا اچھا خاصا اثرورسوخ رکھتی ہیں۔ جنہوں نے مزاحمتی قوتوں کو کچلنے میں اہم کردار ادا کیا۔ دوسری جانب افغانستان میں چند گروپوں کے سوا پوری افغان قوم اس وقت آزادی کی جنگ لڑرہی ہے جس کا سب سے بڑا ثبوت طالبان کی روز افزوں مزاحمت ہے کیونکہ عوامی حمایت کے بغیر کوئی بھی تحریک چند روز سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا افغان قبائل کو طالبان کے مدمقابل لانے کا امریکی خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکے گا۔

اُدھر بعض عرب صحافتی ذرائع نے یہ انکشاف کیا ہے کہ امریکہ افغانستان میں کیمیائی ہتھیاروں کا بے دریغ استعمال کررہا ہے جو نہ صرف افغانستان بلکہ پورے خطے کو متاثر کریں گے۔ ذرائع کے مطابق امریکہ نے افغانستان میں یورینیم کا بے جا استعمال کیا ہے۔ افغان بستیوں کو پیوند خاک کرنے کے لئے جو اسلحہ استعمال کیا گیا اُس میں ''پلاٹینیم ۲۳۹'' استعمال کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ایسے ہتھیار بھی استعمال کئے گئے جن میں یورینیم ۲۰ فیصد تک استعمال کیا گیا۔ ماہرین کے مطابق اتنی مقدار میں یورینیم کا استعمال فقط تابکاری کا سبب نہیں بنتا بلکہ اس کے مضر اثرات خطے میں کئی سال تک رہتے ہیں، کیونکہ اس کا نہ نظر آنے والا غبار ہوا کے ساتھ پھیلتا ہے اور آس پاس کے خطے اور ملکوں کو بھی متاثر کرتا ہے۔ یہ ہے انسانی حقوق کے عالمی علمبردار کا اصل چہرہ، جسے صرف اور صرف اپنے مفادات سے غرض ہے، اس کے لئے وہ دیگر اقوام پر ہر طرح کے ستم ڈھانا جائز خیال کرتا ہے۔

اگر امریکی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اُس نے ہر دور میں مختلف اقوام کے خلاف کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال کیا اور اپنے اس غیر انسانی اقدام پر کبھی بھی ندامت کا اظہار نہیں کیا۔ یاسر محمد خان نے اپنی کتاب ''پردہ اٹھتا ہے'' میں اس وحشیانہ امریکی اقدام کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔ ان کے مطابق امریکی فوج نے جنگ عظیم دوم کے دوران جرمنوں کے خلاف پہلی بار کیمیائی ہتھیار استعمال کئے۔ جنگ کوریا کے دوران امریکہ نے ایک ایک دن میں شمالی کوریا پر ڈھائی ڈھائی لاکھ پاؤنڈ نیپام گیس پھینکی جس کے نتیجے میں پورے شمالی کوریا میں آگ لگ گئی۔ کوریا کے بعد ویت نام کی باری آگئی۔ ایک امریکی جرنیل کے مطابق امریکہ نے ویت نام کی ایک ایک انچ زمین پر کیمیائی ہتھیار استعمال کئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج بھی ویتنام کی زمین پر ۳۰ فیصد فصلیں کاشت نہیں ہوسکتیں، ۱۹۹۰ء کے آغاز میں امریکہ نے کوسوو اور سربیا میں نیپام بم استعمال کئے جن کے نتیجے میں سربیا اور کوسوو کے عوام میں کینسر پھوٹ پڑا۔ یاد رہے کہ اس وقت یورپ میں سب سے زیادہ کینسر انہی دو علاقوں میں پایا جاتا ہے اور اس کی وجہ امریکی کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال ہے۔ بعد ازاں ۲۰۰۴ء میں امریکہ نے عراق کے تاریخی شہر فلوجہ پر بھی کیمیائی ہتھیار استعمال کئے اور اب افغانستان میں بھی یہی فارمولہ آزمایا جارہا ہے، جس کے مضر اثرات نہ صرف افغانستان بلکہ پورے خطے کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ یہاں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۹۸۰ء میں اقوام متحدہ نے نیپام بم کی تباہ کاریوں کا جائزہ لیا اور طویل بحث ومباحثے کے بعد اس کے استعمال پر پابندی عائد کردی۔ پوری دنیا نے اس پابندی کو تسلیم کیا لیکن امریکہ نے اس سمجھوتے پر دستخط کرنے سے انکار کردیا۔

طالبان کی عسکری مزاحمت کو کچلنے کے لئے امریکہ گزشتہ کچھ عرصے سے تمام اتحادیوں کی منتیں کرتا پھر رہا ہے، لیکن اتحادی مزید افواج بھیجنے کی بجائے پہلے سے افغانستان میں موجود فوجیں واپس بلانے کے لئے بے تاب ہیں۔ لہٰذا اب امریکہ نے اپنے مزید تیس ہزار فوجیوں کو افغانستان نامی دہکتے ہوئے تنور میں جلنے کے لئے پھینکنے کا فیصلہ کیا ہے۔ گزشتہ دنوں میں امریکی حکام نے یہ عندیہ ظاہر کیا تھا کہ جنوری ۲۰۰۹ء میں ۲۰ ہزار امریکی فوجی افغانستان بھجوائے جائیں گے، لیکن امریکی فوجی سربراہ ایڈمرل مائیک مولن نے ۲۰ر دسمبر کو یہ اعلان کیا کہ امریکہ پہلے سے طے شدہ ۲۰ ہزار فوجیوں کی بجائے ۳۰ ہزار فوجی افغانستان بھیجے گا۔ دوسری طرف افغان حکومت نے مذکورہ امریکی اعلان کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہ اُمید ظاہر کی ہے۔ اضافی امریکی فوج کی آمد سے جنوبی افغانستان اور پاکستانی سرحد کے قریبی علاقوں میں بغاوت کو ختم کرنے میں مدد ملے گی اور طالبان کی کارروائیوں کو ختم یا کم از کم محدود کیا جاسکے گا۔ ادھر طالبان کے ترجمان قاری یوسف احمدی نے مذکورہ امریکی اعلان پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر امریکہ نے افغانستان میں مزید فوج بھیجی تو اس کا انجام بھی روسی فوجیوں جیسا ہی ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ مزید امریکی فوجی افغانستان آنے کا یہ مطلب ہے کہ ہمارے اہداف زیادہ اور مزید آسان ہوگئے ہیں۔ قاری یوسف احمدی نے مزید کہا کہ امریکی حکام اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے فوجیوں کی تعداد سے متعلق پیغامات آئے روز تبدیل کررہے ہیں، لیکن انہیں شرمناک شکست دی جائے گی۔

آج کل افغانستان میں امریکہ اور اُس کے اتحادی جس صورتحال سے دوچار ہیں اسے دیکھ کر سوویت یونین کے افغانستان پر قبضے کے آخری ایام یاد آجاتے ہیں۔ معروف امریکی اخبار ''کرسچین سائنس مانیٹر'' نے اپنی ایک تازہ ترین رپورٹ میں کہا ہے کہ آج کل افغانستان سے امریکی شکست کی اسی طرح کی خبریں آرہی ہیں جس کا ماضی میں سوویت یونین کو سامنا کرنا پڑا ہے۔ دوسری جانب معروف امریکی تھنک ٹینک انٹرنیشنل کونسل آف سکیورٹی اینڈ ڈویلپمنٹ نے اپنی ایک تازہ رپورٹ میں بتایا ہے کہ افغانستان میں موجود امریکی واتحادی فوجیں بڑی سرعت سے روسی فوج جیسے انجام کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ غیر جانبدار مبصرین کے مطابق افغان جہاد کے آخری ایام میں افغانستان کے دیہی علاقے مکمل طور پر مجاہدین کے کنٹرول میں تھے، جب کہ روسی فوج صرف بڑے شہروں تک محدود ہوکر رہ گئی تھی۔ آج امریکہ نے بھی اپنی پوری توجہ چند بڑے شہروں پر مرکوز کررکھی ہے۔ دیہی علاقوں اور شاہراہوں پر کنٹرول کی کوششیں ناکامی سے دوچار ہیں۔ کیونکہ افغانستان کے ۷۲ فیصد علاقے پر طالبان مستقل بنیادوں پر موجود ہیں۔ معروف امریکی مصنف لیری گوڈسن کے مطابق امریکی واتحادی افواج صرف بڑے شہروں کے کنٹرول پر توجہ دے رہی ہیں۔ اور یہ بات سوویت دور کی یاد دلاتی ہے۔

یہاں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے کہ افغان جہاد کے آخری ایام میں روسی سپلائی لائن پر مجاہدین کے حملے بہت بڑھ گئے تھے جن کے باعث روسی رسد انتہائی کم ہوگئی تھی، بالکل وہی صورتحال آج امریکہ ونیٹو کی سپلائی لائن کو درپیش ہے۔ گزشتہ چند روز کے حملوں میں امریکہ کو بے پناہ نقصان کا سامنا کرنا پڑا، بلکہ ان حملوں کی بابت یہاں تک کہا جارہا ہے کہ اگر سپلائی لائن پر حملے اسی طرح جاری رہے تو آئندہ دو ماہ میں نیٹو کی سپلائی لائن بند ہوجائے گی۔

مزید امریکی فوجی افغانستان بھجوانے کے فیصلے پر ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کابل میں تعینات روسی سفیر ضمیر کابلوف نے کہا ہے کہ نئے امریکی صدر باراک اوبامہ کی جانب سے افغان مسئلے کے حل کے لئے مزید فوجوں کی تعیناتی ٹھیک نہیں۔ روسی سفیر کے مطابق افغانستان پر حملے کے وقت ہماری فوج کی تعداد چار لاکھ تھی جس میں افغان آرمی بھی شامل تھی، اس کے باوجود شکست اور ناکامی ہمارا مقدر بنی۔ روسی سفیر کا یہ کہنا ہے کہ اتنی بڑی فوج اور جدید ترین اسلحہ وٹیکنالوجی رکھنے کے باوجود ہم ناکامی سے صرف اس لئے دوچار ہوئے تھے کہ ہم نے افغانوں پر اپنے نظریات مسلط کرنے کی کوشش کی، جب کہ آج جمہوریت، حقوق نسواں اور آزادی کے نام پر امریکہ بھی یہی غلطی کررہا ہے۔

روسی سفیر نے اس حوالے سے ایک اہم نقطہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ روس نے جب مزاحمت دیکھی تو اُس نے مجاہدین کو کنٹرول کرنے کے لئے ہر گاؤں کو بے دردی سے نشانہ بنانا شروع کردیا تھا، لیکن اس کا بڑا شدید ردعمل ظاہر ہوا اور ہر آنے والا دن روس کے دشمنوں میں اضافہ کرتا گیا۔ امریکہ بھی آج وہی غلطی دہرا رہا ہے۔

دوسری جانب طالبان کی کامیابیوں کا یہ عالم ہے کہ اس وقت ملک کے مختلف صوبوں میں ان کی کارروائیاں پوری شدت کے ساتھ جاری ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق وہ اس وقت سڑکوں کو کاٹ دینے اور فوجی قافلوں کو نشانہ بنانے کی اس حکمت عملی پر کام کررہے ہیں جو روس کے خلاف عمل میں لائی گئی تھی۔ افغانستان کے اندر امریکی ونیٹو افواج کی واحد گزرگاہ کابل قندھار شاہراہ کی اطراف میں جلے ہوئے کنٹینرز نیٹو کے تباہ شدہ ٹرک اور دیگر فوجی ساز وسامان کی باقیات دیکھ کر طالبان کی عسکری کارروائیوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ دوسری جانب ایک طالبان رہنما کا کہنا ہے کہ وہ جب چاہیں کابل پر کنٹرول حاصل کرسکتے ہیں کیونکہ وہ کابل پر قبضہ کرنے اور اسے کنٹرول کرنے کی پوری اہلیت رکھتے ہیں۔ مذکورہ بالا مختصر جائزہ طالبان ترجمان قاری یوسف احمدی کے اس بیان کو سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ امریکی فوج کا انجام بھی روسی فوجیوں جیسا ہی ہوگا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روس جیسے انجام سے دوچار ہونے کے بعد امریکہ تو شاید واپسی کا راستہ اختیار کرلے لیکن افغانستان سمیت خطے پر پڑنے والے اس آٹھ سالہ جنگ کے تباہ کن اثرات کا حساب کون دے گا؟

●●

مسجد اشاعت اسلام میں خطبہ جمعہ

ہم دنیا میں سب سے بہتر قوم اور برتر ملت ہیں

نئی دہلی- مسلمانوں کا وجود اس لئے ہے کہ وہ لوگوں کی رہنمائی کریں، انہیں سیدھا راستہ دکھائیں اور ضلالت وگمراہی سے نکال کر اسلام کی دعوت دیں بھلائی کے کاموں کا حکم دیں اور منکرات سے روکیں۔ اگر وہ یہ کام نہ کریں تو خیر اُمت ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ ان خیالات کا اظہار مولانا سید جلال الدین عمری امیر جماعت اسلامی ہند نے ۳ر جنوری کو مسجد اشاعت اسلامی میں اپنے خطبہ جمعہ کے دوران کیا۔ مولانا نے مسلمانوں کی اصل شناخت واضح کرتے ہوئے کہا کہ ہم سب خیر امت ہیں، دنیا کی قوموں میں بہتر قوم ہیں۔ سب سے اعلیٰ اور برتر ملت ہیں۔ اس کا اعلان ہم نے خود نہیں کیا ہے بلکہ یہ اللہ کا فیصلہ ہے یہ ایک بڑا اعزاز ہے جو رب کائنات کی طرف سے امت مسلمہ کو دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے وہ پیغمبروں کے جانشین جو لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے بھیجے جاتے رہے ہیں۔

اس موقع پر مولانا نے نہتے فلسطینیوں پر اسرائیل کی طرف سے جاری وحشت وبربریت پر سخت احتجاج کیا اور کہا کہ اسرائیل کا وجود ہی ناجائز ہے جسے مغربی قوموں نے مسلمانوں پر لاکر مسلط کردیا ہے جو مسلمانوں کی جان ومال اور مکانات واملاک کی تباہی وبربادی میں مسلسل مشغول ہے۔

اس موقع پر مولانا نے تمام مسلمانوں سے اس ظلم وبربریت کو روکنے کے لئے اپنے اپنے اثرات استعمال کرنے کی اپیل کی۔ مسلم ممالک کے سربراہوں اور سفیروں سے اس کا فوری نوٹس لینے کی طرف توجہ دلائی اور عالمی رائے عامہ کو بھی متوجہ کیا۔ انہوں نے اس موقع پر وہ حدیث نبوی یاد دلائی کہ تم میں سے جو شخص بھی ظلم ہوتا دیکھے اسے اپنے زور بازو سے مٹادے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے کہے اور اگر اس کی بھی ہمت نہ رکھتا ہو تو دل میں برا محسوس کرے، نفرت کرے اور کہے کہ اے اللہ اگر تو مجھے طاقت دیتا تو یہ ظلم وبربریت آج نہ ہوتی۔

مولانا نے کہا کہ مسلمانوں کی اصل طاقت یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان رکھیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام انجام دیں تو ان کے مقابلے میں کوئی قوم ٹھہر نہیں سکے گی اور اگر وہ یہ کام نہ کریں تو وہ ہر قوم سے ڈریں گے۔ امیر جماعت نے اس صورت حال پر افسوس کا اظہار کیا کہ آج مسلمان تعداد اور طاقت کے لحاظ سے اتنے ہیں کہ بقول کسے اگر وہ کنکریاں پھینکیں تو اسرائیل اس میں دب جائے لیکن سب ڈر رہے ہیں۔ یہ جو ظلم اور بربریت ہورہی ہے، کوئی سلطنت اس کے خلاف آواز نہیں اٹھارہی ہے۔ میٹنگیں کرتے ہیں اور خاموش ہوجاتے ہیں۔ امریکہ کے آگے وہ بے بس معلوم ہوتے ہیں اس لئے کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھاپاتے۔

امیر جماعت نے کہا کہ یہ بزدلی اس لئے آئی کہ نہ صحیح معنوں میں خدا پر ہمارا ایمان ہے اور نہ ہم وہ کام کررہے ہیں جس کا ہمیں حکم دیا گیا تھا۔ نہ دین کی اس طرح تبلیغ کررہے ہیں جس طرح کرنا چاہئے۔

(رپورٹ: عبدالحق فلاحی)

ناگپور میں اجتماع عام

ملت اسلامیہ بیدار ہورہی ہے

ناگپور- جماعت اسلامی ہند ناگپور کی طرف سے ایک اجتماع کا اہتمام ۲۸ر دسمبر کو کیا گیا جس میں مختلف مذاہب کے پیروکاروں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ تین نشستوں پر مشتمل اس اجتماع میں جناب محمد اشفاق نے درس قرآن دیا۔ انجینئر نذر امیر حلقہ مہاراشٹر نے اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ ملت اسلامیہ میں بیداری کا شعور جاگ رہا ہے انہوں نے کہا کہ نئے سماج کی تشکیل خدا پرستی میں ہی مضمر ہے۔ ڈاکٹر تسنیم بانو ناظمہ حلقہ خواتین ناگپور نے اسلامی تعلیمات اور حقوق العباد پر زور دیا۔ محترمہ اختر النساء نے جماعت کی سرگرمیوں کا تعارف پیش کیا۔ جناب جاوید شیخ نے کہا کہ نوجوان اسلامی پالیسی کی کسوٹی پر ہی پارس بن سکتے ہیں۔ جناب محمد عمر خاں نے طلبا کے اجتماعی تنظیم پر زور دیا۔ ایڈوکیٹ یشونت پترام نے کہا کہ تعلیم کے بغیر مثالی سماج کی تشکیل ناممکن ہے۔ مورخ مم دیکشھ نے سماج کے لئے اتحاد کو ضروری قرار دیتے ہوئے کہا کہ ملک کو بانٹنے کی ترکیب عروج پر ہے۔ ہیمنت کرکرے کی موت نے یہ ثابت کردیا ہے کہ ملک کا دہشت گرد ہندو ہے۔ اجتماع میں جناب شیخ متین، جناب نسیم کریمی، مولانا محمد یسین قاسمی، قاری عبدالمتین خاں، سید عالم گیر اشرف، جناب سمیع احمد، مولانا توفیق اسلام، جناب رضوان الرحمٰن، جناب غلام السیدین ربانی، جناب نذر محمد مدعو، جناب ناصر اقبال، خواجہ اظہار احمد، شکیل احمدی، سید نیاز علی اور دیگر نے بھی اظہار خیال کیا۔

غزہ میں اسرائیلی جارحیت کیخلاف مظاہرہ اور میمورنڈم

نئی دہلی- فلسطین میں جاری اسرائیلی بربریت کے خلاف مہذب دنیا کی مجرمانہ خاموشی قطعی برداشت نہیں کی جائے گی۔ خصوصاً مسلم حکمرانوں کو موجودہ صورت حال کا فوری نوٹس لینا چاہئے۔ محض قرار دادیں پاس کردینے سے ہی ہماری ذمہ داری ختم نہیں ہوجاتی۔ ہمیں اپنا احتجاج اس وقت تک جاری رکھنا چاہئے جب تک اس مسئلے کا کوئی مستقل حل نہ نکل آئے۔ اگر اسرائیل پر قابو نہیں پایا گیا تو یہ مستقبل قریب میں امن عالم کے لئے بڑا خطرہ ہوگا۔ مذکورہ بالا باتیں کوآرڈی نیشن کمیٹی فار انڈین مسلمس کے زیر اہتمام ۶ر جنوری کو فلسطین پر اسرائیلی حملے کے خلاف منعقدہ مظاہرے کے دوران مقررین نے کہیں۔ مظاہرے میں بڑی تعداد میں ملک کے امن پسند شہریوں نے شرکت کی اور اسرائیلی بربریت کے خلاف پارلیمنٹ اسٹریٹ تک مارچ کرکے اپنی آواز بلند کی اس موقع پر ایک میمورنڈم وزیر خارجہ پرنب مکھرجی، عرب لیگ کے جنرل سکریٹری عمرو موسیٰ، او آئی سی کے جنرل سکریٹری پروفیسر اکمل الدین احسان اوگلو اور نئی دہلی میں اقوام متحدہ مشن کے سربراہ کو ارسال کیا گیا۔ ایک پریس ریلیز میں کوآرڈی نیشن کمیٹی کے کنوینر مجتبیٰ فاروق نے بتایا کہ میمورنڈم میں غزہ میں اسرائیلی جارحیت فوری بند کرانے کا مطالبہ کیا گیا۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے آل انڈیا مسلم مشاورت کے صدر ڈاکٹر ظفر الاسلام خان نے کہا کہ آج ہم یہاں بحیثیت انسان ایک انسانی مسئلے پر جمع ہوئے ہیں ہمیں اسرائیلی جارحیت کے خلاف اپنی آواز ان لوگوں تک پہنچانا ہے جو اس وقت خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اب تک ۶۰۷ ہلاک اور ۲۳۰۰ سے زائد فلسطینی زخمی ہوچکے ہیں۔ نیز ۱۲ مساجد شہید کردی گئی ہیں۔ ممبر پارلیمنٹ (راجیہ سبھا) محمد ادیب نے کہا کہ حکومت ہند کو چاہئے کہ وہ فوری طور پر اسرائیل سے اپنے سفارتی تعلقات ترک کردے۔ اب وقت آگیا ہے کہ اگر حملہ نہیں روکا جاتا ہے تو ہمیں عملی اقدام کرنا چاہئے۔ ان کے علاوہ سماجی کارکن نوید حامد، عیسائی رہنما جان دیال، کوآرڈی نیشن کمیٹی فار انڈین مسلمس کے کنوینر مجتبیٰ فاروق، سید قاسم رسول الیاس رکن مرکزی مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند، مفتی محمد ارشد فاروقی سکریٹری مرکزی جمعیت علماء ہند، مولانا عبدالحمید نعمانی سکریٹری جمعیت علماء ہند، مولانا عبدالوہاب خلجی سکریٹری آل انڈیا ملی کونسل، مولانا ذی شان ہدایتی صدر مجلس فکر وعمل، ڈاکٹر تسلیم رحمانی صدر مسلم پولیٹیکل کونسل آف انڈیا، مولانا محمود الحسن صدر مرکزی جمعیت اہل حدیث، شاہ نواز ریحان سکریٹری ایس آئی او آف انڈیا نے بھی اظہار خیال کیا۔

خواتین کا دو روزہ اجتماع

بھوپال- جماعت اسلامی ہند حلقہ خواتین مدھیہ پردیش وراجستھان کا نواں سالانہ اجتماع عام تاج المساجد میں ۳-۴ر جنوری کو منعقد ہوا اسی کے ساتھ تربیتی وتنظیمی نشستوں کا بھی اہتمام کیا گیا جس میں ارکان وکارکنان نے شرکت کی۔ اجتماع کی خصوصی مہمان محترمہ ناصرہ خانم نے دونوں دن کارروائی میں حصہ لیا۔ راجستھان اور مدھیہ پردیش کے مختلف شہروں، گوالیار، اندور، اُجین، شیوپوری، برہان پور، ہردہ، کھنڈوہ، نرسنگھ گڑھ، چھندواڑہ اور جبل پور سے بڑی تعداد میں خواتین نے شرکت کی اور باصلاحیت خواتین نے کارروائیوں میں حصہ لیا۔ شرکا خواتین کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔

اسلام میں عورت کا مقام قرآن وسنت کی روشنی میں

ڈاکٹر مرضیہ عارف، برکت اللہ یونیورسٹی، بھوپال

عورت نصف انسانیت ہے، مرد انسانیت کے ایک حصے کی ترجمانی کرتا ہے تو دوسرے حصے کی ترجمانی عورت کے ذمے ہے۔ عورت کو نظرانداز کرکے انسانی برادری کے لئے جو کام کیا جائے گا وہ ناقص اور ادھورا رہے گا۔ ہم ایسے سماج کا تصور نہیں کرسکتے، جو تنہا مردوں پر مشتمل ہو اور جس میں عورت کو اہمیت نہ دی جائے کیونکہ مرد ہو یا عورت دونوں ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہیں، اجتماعی زندگی بھی اسی وقت ترقی کرسکتی ہے جب عورت ومرد کا سماجی رشتہ قائم ہو۔ اسی لئے اسلام نے مرد اور عورت کے حقوق پر کافی توجہ دی ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اسلام میں عورت کو مرد کے مساوی مقام دے کر اسے سوسائٹی کی تعمیر میں معمار اول کا درجہ دیا گیا ہے۔ پھر بھی اسلام کے مخالفوں کا یہ الزام ہے کہ اسلام نے عورت کو حقوق سے محروم کرکے گھر کی لونڈی کا درجہ دے دیا ہے، جو کسی تہمت سے کم نہیں۔

سچ بات تو یہ ہے کہ اسلام کے خلاف بے بنیاد پروپگنڈہ کرنے والے اپنی آنکھ سے تعصب کی عینک اتاردیں تو دیکھ سکتے ہیں کہ اسلام، عورت ومرد کے حقوق میں کسی طرح کا فرق گوارا نہیں کرتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرد وزن میں عورت کے حقوق کے تعلق سے مساوات ہے۔ جس کے ثبوت کے لئے ایک دو نہیں سیکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ نماز کو قائم کرنے کے حکم میں مرد کے ساتھ عورت برابر کی شریک ہے۔ روزے اور زکوٰۃ مردوں کی طرح عورتوں پر بھی فرض ہیں۔ اعتکاف اور حج میں بھی دونوں شریک کار ہیں۔ پردے کے معاملے میں عورت اور مرد دونوں کو نظریں نیچی رکھنے اور بے حیائی کا مظاہرہ نہ کرنے کا حکم ہے۔ نکاح مرد وعورت کی پسند اور مرضی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح صدقہ، خیرات، حسن سلوک، اخلاق وکردار، تعلیم وتربیت سزا وجزاء ہر امور میں عورت ومرد کو یکساں حکم دے کر پابند بنایا گیا ہے۔

اسلام نے عورت کو کس مقام پر فائز کیا اس کی تصدیق امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے: ''اسلام سے پہلے ہمارے دلوں میں عورتوں کی کوئی وقعت نہیں تھی، لیکن اسلام کا آفتاب طلوع ہونے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں عورتوں کا ذکر کیا تب ہماری سمجھ میں آیا کہ عورتوں کے بھی ہمارے ذمے حقوق ہیں''۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا: ''تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو عورتوں کے معاملے میں انصاف پسند اور ان کی خیرخواہی کرتا ہو''۔

اسلامی تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد اسلام کی پہلی دعوت کسی مرد کو نہیں اپنی شریکِ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی تھی، اس طرح اس عورت کو مرد پر ترجیح دی گئی جو اسلام سے پہلے کسی گنتی وشمار میں نہیں تھی۔ بعد میں عورتوں نے اسلام کی اشاعت وفروغ میں بھی حصہ لیا۔ حضرت اُم سلمیٰؓ جنگ اُحد اور جنگِ حنین میں شریک تھیں۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث کے مطابق حضرت ربیعہ بنت معوذؓ فرماتی ہیں: ''ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں حصہ لیتے، اپنی قوم کو پانی پلاتے اور مقتول ومجروح لوگوں کو میدانِ جنگ سے لے آتے''۔ دوسری مہاجر وانصار صحابیہؓ کے بارے میں بھی مذکور ہے کہ انھوں نے جنگوں میں حصہ لیا اور مردوں کی مدد کی، ابن خلدون کی تحقیق کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دور میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تنخواہیں مقرر کی گئیں، تجارتی منڈیوں کا کام بھی وہ کرنے لگیں، عطر کی تجارت میں اسماء نام کی ایک خاتون نے کافی شہرت پائی، دوسری صحابیہؓ کے واقعات بھی ملتے ہیں کہ انھوں نے تجارت میں دلچسپی لی۔ دور خلافت میں عورتوں کے کردار کا اندازہ مرغاب کی جنگ سے لگایا جاسکتا ہے، جہاں اسلام کے جاں نثاروں کا فارس کی فوج سے مقابلہ تھا۔ دن بھر کی خونریز جنگ کے بعد اسلامی فوج کی شکست کے آثار نظر آنے لگے تو مسلمان عورتیں اپنے خیموں سے نکل آئیں اور اوڑھنیوں کو پرچم بناکر میدانِ جنگ میں کود پڑیں۔ یوں مسلمانوں کی ممکنہ شکست فتح میں تبدیل ہوگئی اور اسلامی تاریخ کا ایک اہم موڑ ثابت ہوئی۔

اسلام پوری کائنات کے لئے خیر وبرکت لے کر آیا ہے، لیکن عورتوں پر اسلام کا مردوں اور دوسرے طبقوں سے زیادہ احسان ہے کہ اسی نے عورتوں کو ظلم وزیادتی سے نکال کر ان کے لئے عزت ووقار کا نظام قائم کیا، جہاں عورت کو خاوند کے حقوق بتائے، وہیں خاوند پر عورت کے حقوق واجب کئے، جو ان میں کمی وکوتاہی کرے گا، اس کو سزا ملے گی۔ اسی طرح نکاح کے بعد کی زندگی میں دونوں کا رتبہ، حقوق کے لحاظ سے برابر قرار دیا۔ اگر عورت نافرمانی کرے تو مرد کو طلاق کا مالک بنایا گیا۔ اگر مرد زیادتی کرے تو عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا۔ اس کے علاوہ جب کسی کے یہاں بچی پیدا ہو تو اس کی پرورش کو ماں باپ کی نیکی قرار دیا گیا۔ جب وہ بیوی ہو تو خاوند سے کہا گیا کہ نرمی کا برتاؤ کرے، جب وہ ماں ہو تو اولاد کو اس کے قدموں کے نیچے جنت کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔ والد کے مقابلے میں ماں کو یہ برتری اس لئے دی گئی کہ اولاد کی پرورش میں وہ جتنی مصیبت برداشت کرتی ہے، باپ نہیں کرتا۔

بعض معترضین اسلام میں ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی شہادت پر انگلی اٹھاتے ہیں حالانکہ دو عورتوں کی گواہی کی شرط عورت کے ناقص العقل یا مردوں کے مقابلے میں نصف حیثیت ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ قرآن حکیم کی سورہ زخرف کی آیت نمبر ۱۸ میں ہمیں بتایا گیا کہ عورت بعض موقع پر اپنے معاملے کو وضاحت کے ساتھ بیان کرنے سے قاصر رہتی تھی۔ اسی لئے شہادت کے سلسلے میں کہا گیا کہ ایک عورت کے ساتھ دوسری عورت بھی مقرر کرلینی چاہئے تاکہ اگر ایک گھبراجائے تو دوسری اسے بات یاد دلائے۔ (سورہ بقرہ، آیت نمبر ۲۸۲) اس سے یہ مراد نہیں لینا چاہئے کہ اسلام میں دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر ہے۔

قرآن مجید میں پانچ آیات ایسی ہیں، جہاں مرد وعورت کا لحاظ کئے بغیر صرف گواہ کا ذکر ہے، اس کے برخلاف مذکورہ آیت مالیاتی امور سے متعلق ہے اور ایسے معاملوں کو تحریر میں لانے کا حکم دے کر، دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کی ہدایت دی گئی ہے۔ کئی ماہرین شریعت رویت ہلال کے لئے صرف ایک عورت کی گواہی اور طلاق کی صورت میں صرف دو گواہ مرد یا عورت کی شہادت کافی سمجھتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر مساوات اور کیا ہوگی؟

یہ سمجھنا بھی صحیح نہیں کہ عورت کو ہر حالت میں مرد سے نصف حصہ ملے گا۔ قرآن مقدس کہتا ہے کہ ماں اور باپ کا حصہ اولاد کے ترکے سے برابر برابر ہے۔ (سورہ نساء، آیت نمبر:۱۱) اسی طرح کلالہ کے ترکے سے بہن اور بھائی کا حصہ برابر برابر ہے۔ (سورہ نساء، آیت:۱۲)

عورتوں پر زور زبردستی اور مردوں کی خوشی وخواہش کا تسلط بھی قرآن کریم کے خلاف ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مردوں کو مخاطب کرکے واضح حکم دیتا ہے: ''یہ قطعاً حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن جاؤ''۔ (سورہ نساء، آیت:۱۹)

قرآن کریم کہتا ہے کہ خانگی زندگی میں سامان رزق کی فراہمی کا ذمہ دار مرد ہے۔ (سورہ نساء، آیت نمبر:۳۴) لیکن اس آیت کا دوسرا مفہوم لے کر عورت پر مردوں کی حکمرانی وتسلط جتایا جاتا ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ ہیں: ''الرجالُ قوّامونَ علی النساء'' یعنی مرد عورتوں پر 'قوام بنائے گئے ہیں'۔ لفظ قوام کا مطلب عام طور پر حاکم، داروغہ، تسلط رکھنے والا وغیرہ لیا جاتا ہے۔ جس سے کہ عورتوں پر مرد کی فوقیت اور اس کا اقتدار ظاہر ہوتا ہے جبکہ قوام کے معنی ہیں سامان رزق مہیا کرنے والا۔ ذمہ دار محافظ ونگہبان۔

قرآن مقدس کہتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کام کرنے والے کا اجر ضائع نہیں کرتا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت وہ ایک دوسرے کا جزو ہیں۔ (سورہ آل عمران، نساء، نحل، مومنون، مومن، حدید) اسی طرح بتایا گیا ہے کہ مرد اگر جرم کرے تو اس کی سزا اسی کو ملے گی اور عورت مجرم ہو تو اس کی سزا اسی کو ملے گی۔ (سورہ بقرہ، آیت نمبر:۱۷۸)

قرآن پاک میں جو خصوصیات مردوں کی ہیں وہی خصوصیات ٹھیک ان ہی الفاظ میں عورتوں کی بیان کی گئی ہیں۔ ان میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہے۔ (سورہ احزاب، آیت نمبر:۳۵) اور (سورہ تحریم، آیت:۵) قرآن حکیم بتاتا ہے کہ بعض خصوصیات میں مرد افضل ہیں تو بعض میں عورتیں ان سے افضل ہیں۔ (سورہ نساء، آیت:۳۴)

قرآن عظیم کہتا ہے کہ بنی آدم سب احترام کے قابل ہیں۔ (سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر:۷۰) اور بنی آدم میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ قرآن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے اہم فریضے میں بھی عورت اور مرد دونوں کو برابر کا شریک ٹھہراتا ہے۔ (سورہ توبہ، آیت:۷۱) وہ عورت اور مرد کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتا ہے۔ (سورہ بقرہ: آیت:۱۸۷)

اس لئے ضروری ہے کہ ایک صالح معاشرے کے قیام اور اسلامی نظام کی تشکیل کے لئے عورتوں کو ان کا صحیح مقام دیا جائے، تاکہ ماں، بیوی، بہن اور بہو کی حیثیت سے اسلام نے عورت کو جو درجہ دیا ہے اس سے معترض واقف ہوں اور عورتیں بھی اس پر فخروناز کرسکیں۔

●●

تاریخ کا ورق

ناکام سازش

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحرین کے علاقے پر گورنر مقرر کیا تھا۔ یہ چونکہ اپنی سختی میں مشہور تھے۔ اس لئے بحرین کے لوگوں نے نہ انہیں قبول کیا اور نہ ہی وہ ان سے راضی تھے۔ سوچ بچار شروع ہوئی کہ ان کو کیسے گورنری سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ مشورہ ہوا کہ کوئی شکایت کی جائے مگر سوال یہ تھا کہ کیا شکایت ہو۔ پھر یہ کہ اگر شکایت کا ثبوت نہ ہوا تو دوبارہ انہی کو گورنر مقرر کردیا جائے گا''— کافی غوروخوض کے بعد وہاں کے ایک سردار نے کہا: ''ایک ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے، اگر اسے استعمال کرلو تو کبھی ان کو دوبارہ گورنر بناکر اس علاقے میں نہیں بھیجا جائے گا— لوگوں نے کہا: ''بتاؤ! کیا ترکیب ہے؟''— سردار نے کہا: ''میرے پاس ایک لاکھ درہم جمع کرو۔ میں یہ لے کر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤں گا اور ان سے کہوں گا کہ مغیرہ نے بیت المال سے یہ رقم چراکر میرے پاس رکھوائی ہے۔ اس طرح ان پر چوری کا الزام لگے گا اور ان کو گورنری سے ہٹادیا جائے گا اور دوبارہ واپس بھی نہ آئیں گے''— مخالفین نے ایک لاکھ درہم اکٹھے کرکے سردار کے پاس جمع کرادیئے اور وہ یہ درہم لے کر مدینے آگیا— سردار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کرکے عرض کیا: ''امیرالمؤمنین! آپ کے گورنر نے یہ ایک لاکھ درہم بیت المال سے نکال کر مجھے دیئے ہیں کہ اپنے پاس رکھوں۔ اس طرح وہ امانت میں خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں''— حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مغیرہ کو بلوایا اور ان سے پوچھا: ''یہ شخص کیا کہہ رہا ہے اور اس کا جواب تمہارے پاس کیا ہے؟''— حضرت مغیرہؓ نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح وسالم رکھے، یہ شخص جھوٹا ہے، ایک لاکھ نہیں بلکہ دو لاکھ درہم میں نے دے رکھے تھے''— حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: ''مغیرہؓ! تم نے ایسا کیوں کیا؟''— حضرت مغیرہؓ نے جواب دیا: ''اہل وعیال اور ذاتی ضروریات کے لئے''— حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سردار سے پوچھا: ''اب تم کیا کہتے ہو؟ یہ تو دو لاکھ تھے، تم ایک لاکھ کی بات کررہے ہو، دوسرا لاکھ کدھر ہے؟''— وہ نادم اور شرمندہ ہوکر کہنے لگا: ''اللہ آپ کا بھلا کرے! مغیرہ نے تو اصل میں کوئی مال نہیں دیا تھا، نہ تھوڑا نہ زیادہ۔ دراصل یہ تو ان کے خلاف ایک سازش تیار کی گئی تھی''۔— حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مغیرہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ''تم کیا کہتے ہو اور تم نے ایسا کیوں کہا کہ یہ دو لاکھ تھے؟''— حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''اس خبیث نے میرے اوپر جھوٹ باندھا، اس لئے میں نے چاہا کہ اس کو رسوا کروں ورنہ میں نے کوئی رقم کسی کو نہیں دی تھی۔''

(عبدالمالک مجاہد، سنہرے اوراق)

سعودی امن تجویز

شہزادہ ترکی الفیصل

منتخب امریکی صدر بارک اوباما کو وراثت میں ایسی قوم کی قیادت ملنے والی ہے جو کہ دو جنگوں میں پھنسی ہوئی ہے جبکہ پوری دنیا عدم استحکام کا شکار ہے۔ بالخصوص مشرق وسطیٰ جو کہ مسلسل کشیدگی سے عاجز آچکا ہے۔ اگر اس علاقے کے تنازعات مستقل نوعیت کے نظر آتے ہیں تب بھی بہتری کی امید کا دامن نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اگر اوباما امن واستحکام کی قوتوں کے ساتھ مل کر جرأتمندانہ اقدامات کریں تو ان کی صدارت کے عالمی امور پر بہت نمایاں اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔ مئی میں اسرائیل نے اپنے قیام کی ساٹھویں سالگرہ منائی، لیکن فلسطینیوں اور ان کے عرب اور مسلمان بھائیوں کے لئے اسرائیل کا قیام ''النقبہ'' یعنی ایک ناگہانی تباہی سے کم نہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب ایک آزاد عرب فلسطینی ریاست کے قیام کا خواب چکنا چور ہوگیا۔ ایک ایسا دن جب دنیا میں مساوات، آزادی اور خود ارادیت کا تصور موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس حقیقت کو پوری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ فلسطینی عوام کو ان کی اراضی پر غاصبانہ قبضے کے ذریعے محکوم بنادیا گیا ہے۔ اس امر میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ان کے تمام حقوق کو جن کی بنیاد آفاقی اصولوں اور انصاف ومساوات کے بین الاقوامی قوانین پر استوار ہے، یکسر نظرانداز کردیا گیا ہے اور اس مقصد کی خاطر کی جانے والی تمام کوششوں اور جدوجہد کو ناکام بنادیا گیا ہے۔ ۱۹۹۳ء میں اوسلو معاہدہ عمل میں لایا گیا تھا جو کہ فلسطینیوں اور اسرائیلیوں کے مابین پہلا براہ راست سمجھوتہ تھا جس سے صورتحال میں ایک مثبت تبدیلی کی امید پیدا ہوئی تھی۔ اس معاہدے کے تحت فریقین میں حقیقی معنوں میں امن وامان سے اکٹھا رہنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا تھا۔ لیکن ۱۹۹۵ء میں اسحاق رابن کے قتل نے امن کی اس امید پر پانی پھیر دیا۔ ۱۹۹۸ء تک یہ بات واضح ہوگئی کہ اوسلو میں جس امن کا خواب دیکھا گیا تھا اسے تعبیر نہیں مل سکتی۔ اس معاہدے کی ناکامی کے حوالے سے دونوں فریقوں کے اپنے نکتہ ہائے نظر اور دلائل ہیں۔ لیکن اگر ہم تمام مباحث کا تفصیلی جائزہ لیں، بالخصوص اسحاق رابن کے قتل کے بعد تو ہمیں نظر آئے گا کہ اسرائیلیوں نے اوسلو معاہدے کو مزید فلسطینی علاقوں پر قبضے کی خاطر آڑ کے طور پر استعمال کیا۔ علی الخصوص یروشلم اور مقبوضہ بیت المقدس کے اردگرد کے تمام علاقوں کو مقبوضہ بنا لیا گیا۔ اسرائیلی مذاکرات کاروں نے متکبرانہ انداز میں فروعی معاملات پر بات چیت پر اصرار کیا جبکہ بنیادی مسئلے پر بات کرنے سے انکار کرتے رہے جو کہ حقیقی معنوں میں قیام امن کے لئے ناگزیر تھا۔ اوسلو معاہدے کی ناکامی کے بعد تشدد اور جوابی تشدد اتنا ہی یقینی ہوگیا تھا جس طرح سمندر کی طوفانی لہروں کا یکے بعد دیگرے ابھرنا لازمی ہوتا ہے۔

عالم عرب نے ۱۹۸۱ء میں فہد امن منصوبہ اور ۲۰۰۲ء میں عرب امن منصوبہ پیش کیا تھا جن میں بڑی شفاف تجاویز پیش کی گئی تھیں۔ ان دونوں منصوبوں کی تمام عرب اقوام نے توثیق کی تھی۔ عالم عرب قیام امن کی بہت بھاری قیمت ادا کرنے پر بھی تیار ہے۔ وہ نہ صرف اسرائیل کو ایک قانونی ریاست کے طور پر تسلیم کرنے پر تیار ہے بلکہ تعلقات کو معمول پر لانے اور تمام عداوت، دشمنی اور نزاع کو ختم کردینا چاہتا ہے جو کہ ۱۹۴۸ء سے چلی آرہی ہے۔ اس کے جواب میں ہم اسرائیل سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ بھی عدل وانصاف کے راستے پر چلے جس کے لئے مختلف بین الاقوامی قراردادیں اور قوانین موجود ہیں۔ وہ مشرقی یروشلم سمیت تمام علاقے خالی کردے جن پر اس نے ۱۹۶۷ء میں قبضہ کیا تھا اور خود ۴ر جون ۱۹۶۷ء کی پوزیشنوں پر واپس چلا جائے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد نمبر ۱۹۴ کے مطابق پناہ گزینوں کا منصفانہ حل قبول کرلے اور فلسطین کی آزاد ریاست کو تسلیم کرلے جس کا دارالحکومت مشرقی یروشلم ہو۔ اگر امن کو حقیقی معنوں میں اپنا مقصد سمجھا جائے تو اسرائیل کو اپنی تمام اشتعال انگیز کارروائیاں بند کردینی چاہئیں۔ یعنی فلسطینی اراضی پر نوآبادیاں قائم کرنا ترک کردے جو کہ بین الاقوامی قانون کی صریح خلاف ورزی ہے۔ لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو دنیا یہی سمجھے گی جیسا کہ سابق امریکی صدر جمی کارٹر نے بھی کہا ہے کہ اسرائیل صرف اپنی طاقت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ میں ہی دلچسپی رکھتا ہے۔ تاکہ اس کی سودے بازی کی پوزیشن اور زیادہ مضبوط ہوسکے۔ شمعون پیریز نے عرب امن پیشکش پر کبھی بھی کہیں بھی بات کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے اور ہم ان کے اس جواب کا خیرمقدم کرتے ہیں۔ اس موقع پر سعودی حکومت اسرائیل کے ساتھ براہ راست بات چیت نہیں کرسکتی، جبکہ مصر اور اردن کو عالم عرب کی جانب سے اسرائیل کے ساتھ مذاکرات کرنے کا اختیار سونپا گیا ہے۔ جب فلسطین، لبنان اور شام کے اسرائیل کے ساتھ معاہدے مکمل ہوجائیں گے تب سعودی عرب بھی اسرائیل کے ساتھ معمول کے سفارتی تعلقات قائم کرنے کے عمل میں شامل ہوجائے گا۔ انہیں چاہئے کہ وہ لبنان کے شیبہ فارمز سے تمام اسرائیلی فوجوں کے فوری انخلاء کا مطالبہ کریں۔ اس کے ساتھ ہی عراق کی علاقائی یکجہتی کی خاطر انہیں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے ساتھ مل کر کام کرنا ہوگا۔ اس سے ان عراقی سیاستدانوں کے پاس اپنے ملک کے حصے بخرے کرنے کی کوششوں کا جواز بھی نہیں رہے گا اور وہ قومی یکجہتی کے مذاکرات کے لئے مجبور ہوجائیں گے اور ملک کو عرب یا کردی نظر سے دیکھنے کی بجائے سب طبقے خود کو عراقی شہری سمجھیں گے۔ بارک اوباما کو قیام امن کی خاطر اسرائیل اور شام میں مذاکرات کی بھی حوصلہ افزائی کرنی ہوگی۔ اس سے شام اسرائیل کے ساتھ بات چیت میں مصروف ہوجائے گا۔ نیز اس سے شام میں موجود فلسطینی گروپوں کو بھی شام کی مثال پر عمل کرنے کا موقع ملے گا۔ علاوہ ازیں امریکہ کو یہ بھی چاہئے کہ مشرق وسطیٰ کو وسیع تباہی کے ہتھیاروں سے پاک کرے اور تخفیف اسلحہ کے معاہدے پر عمل کرنے والے چھوٹے ممالک کی سلامتی کے تحفظ کی ذمہ داری ادا کرے، جبکہ جو این پی ٹی پر دستخط نہیں کرتے ان پر پابندیاں عائد کی جائیں اس سے دوغلی پالیسی اور دوہرے معیار کے الزامات بھی ختم ہوجائیں گے۔ اور اسرائیل کے پاس اپنی سلامتی کے خاطر ایٹمی ہتھیاروں کا انبار لگانے کا جواز بھی ختم ہوجائے گا۔ ●●

عبدالغنی خان- جو ہمارے درمیان نہیں رہے

رفیق محترم عبدالغنی خاں کو اس دار فانی سے گزرے ہوئے ڈھائی ماہ ہورہے ہیں، لیکن مرحوم کی جدائی کا غم اب بھی تروتازہ ہے۔ مرحوم ومغفور نے کرالہ ضلع بدایوں میں جنوری ۱۹۴۵ء میں آنکھ کھولی تھی اور تریسٹھ سال کچھ ماہ اس زندگی کے بے شمار نشیب وفراز سے گزرتے ہوئے ۱۷ر اکتوبر ۲۰۰۸ء کو یہاں سے رخصت ہوگئے۔

ابتدائی تعلیم تو صرف ہائی اسکول ہی تک تھی لیکن بعد میں ادیب کامل اور پھر جامعہ اسلامیہ بھوپال کا فضیلت کا درجہ امتیازی پوزیشن سے پاس کیا۔ شروع میں مقامی درسگاہ میں مدرس رہے۔ تحریک اسلامی سے وابستہ ہوئے، مقامی ذمہ داری کے منصب کے بعد جلد ہی ناظم علاقہ بریلی (۱۹۸۳ء) بنادیئے گئے۔ ناظم علاقہ کے منصب پر آنے کے بعد خاں صاحب نے بڑی محنت کی۔ گاؤں گاؤں قریہ قریہ کہیں پیدل کہیں سواری اور کہیں سائیکل سے دورے کئے۔ کرالہ بستی کے تو ایک ایک گھر میں اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اور آپ کی کوششوں کے نتیجے میں کچھ پاکباز روحوں کو قبول حق کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ ناظم علاقہ کے ساتھ ہی مجلس نمائندگان کے کئی میقات تک رکن بھی رہے اور مجلس شوریٰ اترپردیش اور بعد میں مغربی یوپی حلقہ کی شوریٰ کے رکن رہے اور بالکل آخری زمانے میں شعبۂ مالیات سے بھی وابستہ رہے۔ اس پورے عرصے بے باک سپاہی کی طرح اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ہم دیکھتے تھے کہ بات صاف طور سے پیش کرنے میں کبھی مداہنت نہیں برتی اور بات کو دوٹوک انداز میں رکھ دیا۔ موصوف بات کے بڑے دھنی اور پکے تھے۔ مقامی درسگاہ کو انٹر تک پہنچانے کا ارادہ کرلیا تو تکمیل ہی کرکے باز آئے۔ وقت کے انتہائی پابند اور نظم وضبط کے بڑے دلدادہ تھے۔ موصوف کے ذوق صفائی وقرینہ کا اندازہ ہوتا تھا۔ ایک بار بریلی کا دفتر حلقہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہر چیز ہر فائل ایسے ڈھنگ اور سلیقے سے رکھی تھی گویا کہ بس استعمال ہی نہیں کی جاتی بلکہ سجائی ہوئی رکھی رہتی ہے۔

ابھی عمر ہی کیا تھی بس یہی تریسٹھ سال مگر موت کا تو کوئی وقت کوئی عمر نہیں یہ تو دیر سویر آکر ہی رہتی ہے اور جس کا وقت آرہا ہے جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کی خدمات کو درجۂ قبولیت بخشے۔ آمین!

محمد داؤد، نگینہ

مالی بحران نے دو اہم ستون ہلادیئے

آصف جیلانی

برطانیہ میں مالی بحران نے دہشت گرد حملوں سے بھی کہیں زیادہ دہشت پھیلادی ہے۔ کساد بازاری کے سنگین اثرات کا خوف لوگوں کے ذہنوں پر اس بری طرح سے طاری ہے کہ انہیں اپنا مستقبل نہایت تاریک نظر آتا ہے۔ پچھلے دنوں حکمراں لیبر پارٹی نے ملک کے تین بڑے بینکوں کو دیوالیہ ہونے سے بچانے کے لئے پانچ سو ارب پونڈز کی مالی امداد دی ہے اور انہیں جزوی طور پر اپنی تحویل میں لے لیا ہے، لیکن اس کے باوجود کوئی نمایاں بہتری نظر نہیں آتی اور روبہ زوال معیشت کا سنبھلنا مشکل دکھائی دیتا ہے۔ چھ کروڑ کی آبادی والے ملک میں جہاں کام کرنے کے لائق افراد کی تعداد دو کروڑ نوے لاکھ ہے، بیروزگاروں کی تعداد انیس لاکھ افراد تک پہنچ گئی ہے اور اس میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ گو بیروزگاری بینکاری کے شعبے میں اور بڑے بڑے اسٹورز میں چھانٹی کے نتیجے میں بڑھ رہی ہے، لیکن موجودہ صورتحال برطانیہ میں آباد ایشیائیوں کے لئے اس لحاظ سے ہولناک ہے۔

گرتی ہوئی صنعت اور تجارت کو سنبھالنے کی خاطر عوام کو زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی ترغیب دینے اور صنعت اور تجارت کو کم سے کم شرح سود پر رقم فراہم کرنے کے لئے بینک آف انگلینڈ نے سود کی شرح کم کرکے دو فیصد کردی ہے جو اب تک کی تاریخ میں سب سے کم شرح ہے، لیکن اس کے باوجود اشیائے صرف وتعیش کی خریداری میں کوئی خاطرخواہ اضافہ نہیں ہوا ہے اور نہ پیداوار بڑھی ہے۔ عام طور پر کرسمس سے پہلے بڑے پیمانے پر خرید

باقی صفحہ ۵ پر

پاپائے روم کا خطاب

کیتھولک مسیحیوں کے روحانی پیشوا اور پاپائے اعظم پوپ بینیڈکٹ نے ویٹی کن سٹی میں سینٹ پیٹرز اسکوائر پر کرسمس کی روایتی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے اور روئے ارض پر دعائے امن کے ساتھ جن اہم اور کلیدی موضوعات پر خطاب کیا ہے ان میں مغربی تہذیب کے زیر اثر پیدا ہونے والی تباہی کے اثرات بھی شامل ہیں۔ پاپائے روم نے جہاں ایک طرف مشرق وسطیٰ میں قیام امن اور نفرت اور تشدد کے خاتمے پر زور دیا ہے وہیں پوری انسانیت کو بچانے کی ضرورت پر بھی زور دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ جس طرح سے جنگلات کو تباہی سے بچانا ضروری ہے۔ اسی طرح انسانیت کو ہم جنس پرستی سے بچانا ضروری ہے۔ خدا کی کائنات کو بچانا صرف ماحولیات کو بچانے تک محدود نہیں ہے بلکہ انسان کو خود کی تباہی سے بچانا بھی اس کا ایک حصہ ہے۔ پوپ بینیڈکٹ نے ویٹی کن کے عملے سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ جب رومن کیتھولک چرچ خدا کی تخلیق کا دفاع کرنے کی بات کرتا ہے تو صرف اس میں زمین، پانی اور ہوا کو بچائے رکھنا مقصد نہیں بلکہ انسان کو خود کی تباہی سے بچانا بھی مقصد ہے۔ اگر جنگلات کو تحفظ کی ضرورت ہے تو انسان کو بھی ہے۔ پوپ کے طویل خطاب میں انسانیت کی تباہی کے جس خطرے کی طرف اشارہ ہے وہ تہذیب مغرب کے زیر اثر وہ اخلاقی بحران ہے جس نے پوری دنیا کو زبردست فساد میں مبتلا کردیا ہے جس کا ایک مظہر پوری دنیا میں ہم جنس پرستی جیسے قبیح ترین جرم کا پھیلاؤ ہے اور یورپ اور امریکہ میں اس کو قانونی طور پر جائز قرار دینے کی تحریک بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ اسی طرح پاپائے روم نے ان بچوں کے حالات پر بھی شدید ترین تشویش کا اظہار کیا ہے جو فحش فلموں کی صنعت کی بھینٹ چڑھ گئے ہیں۔

دنیا بھر کے مسیحیوں کے روحانی رہنما کا موجودہ خطاب اس سنگین صورتحال کی عکاسی کررہا ہے جو اس وقت بالخصوص امریکہ اور یورپ کو درپیش ہے اور ان کے عالمی غلبے کی وجہ سے پوری دنیا کو متاثر کررہی ہے۔ یہ صورتحال اس وجہ سے پیش آئی ہے کہ سیکولرزم، جدیدیت اور مذہب سے آزادی کے نام پر الحاد اور بے دینی کی تحریک کے مقابلے پر کلیسا نے پسپائی اختیار کرلی اور مسلسل پسپائی اختیار کرتا جارہا ہے۔ دین اور دنیا کی تقسیم کے نظریے نے رسمی اور مصنوعی دینداری کو فروغ دیا اور اب ملحدوں اور انسانیت کے دشمنوں کے خلاف یورپ اور امریکہ کے چرچ نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں جس کی وجہ سے اخلاقی بحران اپنی سنگین ترین شکل اختیار کرگیا ہے۔ دنیا کو اخلاقی بحران سے نجات دلانے کے لئے مذاہب عالم کے درمیان مفاہمت مزاحمتی قوت بن سکتی ہے لیکن اس کے لئے مسیحیوں کے روحانی رہنماؤں کو صلیبی جنگ کے ذہنی ورثے سے آزاد ہوکر مغربی دنیا کے انسداد دہشت گردی کے امریکی نظریے کی اصلاح کرنی ہوگی ورنہ جارج ڈبلیو بش جیسے اشخاص مذہبی عصبیت ہی کو دینداری کا تقاضا سمجھتے رہیں گے۔

(جسارت، کراچی)

POSTED ON 8 January 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.) 41/2006-08 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8.

۱۰ر جنوری ۲۰۰۹ء

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:-dawaturdu@indiatimes.com, dawattrust@yahoo.co.in

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
DL (S) - 05 / 3128 / 2090 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post

POSTAL REGISTRATION No.

نائن الیون امریکی صدر کیلئے تباہ کن ثابت ہوا

گزشتہ دنوں ممبئی کے دہشت گردانہ حملوں کے بعد سے ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملوں کا استعارہ نائن الیون بار بار دہرایا جارہا ہے۔ نئی دہلی سے نیویارک تک ماہرین سیاست، ارباب عقل ودانش اور ٹی وی کمنٹیٹر بار بار اصرار کرکے کہہ رہے ہیں کہ ''یہ بھارت کا نائن الیون ہے'' اور اس سے اس طرح نمٹنا چاہئے۔ بھارت کے تقریباً ہر ایک اخبار نے نائن الیون کو قتل عام کے بعد کی سرخیوں میں نمایاں مقام دیا ہے۔ ممتاز ہندو نیشنلسٹ سیاسی گروپ بھارتیہ جنتا پارٹی کے سکریٹری جنرل نے نہ صرف ممبئی حملہ کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پنٹاگن پر حملوں کے مماثل قرار دیا ہے بلکہ اس امر پر بھی اصرار کیا ہے کہ ''ہمارا جواب بھی امریکہ جیسا ہی ہونا چاہئے''۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دونوں حملوں میں بہت سی باتوں میں واضح یکسانیت ہے۔ دونوں کیسوں میں دہشت گردوں نے شہر کے نمایاں مقامات کو نشانہ بنایا خاص طور سے جو تیزی سے باہم مربوط ہوتی اس دنیا میں حوالہ کے علامتی مقامات کی حیثیت رکھتے ہیں ایک یکسانیت حملوں کا غیر متوقع ہونا بھی ہے اور ان کی منصوبہ بندی کا بہت باریک بینی کے ساتھ عمل پذیر ہونا بھی۔ سیکورٹی فورسیز کا بالکل تیار نہ ہونا اور رنج وغم بھی لیکن اس پر ہی مماثلت ختم ہوجاتی ہے۔ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کو اموات کی تعداد نہ صرف بہت زیادہ تھی۔ امریکہ کی تاریخ میں اس کیس کوئی پہلی نظیر نہ ہونے کی وجہ سے اس کا غم بھی بہت زیادہ منایا گیا۔

دوسری طرف بھارت پر دہشت گردوں کے حملوں کا سلسلہ ۲۰۰۱ء سے بھی پہلے سے جاری ہے۔ اگرچہ حالیہ تاریخ میں اس سال کا یہ سب سے بدتر حملہ ہے۔ تاہم ۱۹۸۴ء کا واقعہ اس سے بھی بدتر تھا کہ اس سال پنجاب کے اندر پھیلی ہوئی بغاوت کے نتیجے میں وزیراعظم اندرا گاندھی کی جان خود ان کے دو سکھ باڈی گارڈوں نے لے لی تھی۔ اس کے جواب میں زبردست فساد پھوٹ پڑا تھا جس میں دو ہزار سے زیادہ سکھوں کی جانیں لے لی گئیں۔

اس وقت میں دہلی میں ہی رہتا تھا۔ اس بحران کی یادیں میرے ذہنوں میں بہت پختہ ہیں جس نے حالات کو انتہائی خراب کردیا تھا اور ہمیں قعر مذلت میں دھکیل

امیتا وگھوش

دیا تھا۔ میں صرف اس موقع کو انڈین ری پبلکن کے منصوبہ کو سنگین خطرات سے دوچار قرار دے سکتا ہوں۔ اس کی ہولناکی کے باوجود ۱۹۸۴ء کی نحوست کو کسی بھی طرح دور نہیں کیا جاسکتا۔ آنے والے برسوں میں دھیرے دھیرے حالات بدلنے لگے۔ پنجاب کی بغاوت بتدریج دبتی چلی گئی اور اگرچہ قتل عام کا شکار ہونے والوں کو کبھی بھی پورا انصاف نہیں مل سکا عدلیہ سے کچھ اشک شوئی ہوئی ہے۔

یہ ایک اور ہولناک سال ہے۔ ممبئی کے حملوں سے بھی پہلے دہشت گردانہ حملوں میں کئی سو افراد ہلاک اور زخمی ہوچکے ہیں، پھر بھی جے پور، احمد آباد، نئی دہلی اور گوہاٹی وغیرہ کے حملوں نے اس قسم کا انتقامی تشدد برپا نہیں کیا جو یقینی طور پر دس پندرہ سال قبل ہوا تھا۔ نہ ہی ۱۹۸۴ء کی طرح قوم کے لئے بحران کو ختم کرنے کے لئے تشدد کا احساس پیدا کیا۔ اس طرح زندگیوں کے زبردست اتلاف کے باوجود اس سال کو دہشت گردی کے لئے نہیں بلکہ بھارت کی شہریت کے لئے فتح وکامرانی کا سال قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس وقت سوال یہ ہے کہ کیا ممبئی کا نومبر کا حملہ اس صورتحال کو بدل دے گا؟ اگرچہ جواب معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تاہم یہ امر یقینی ہے کہ اگر نائن الیون کی نظیر کو سنجیدگی سے لیا جائے تو انجام بہت ہی خطرناک ہوگا۔ نائن الیون کا استعارہ نہ صرف ۲۰۰۱ء میں مین ہٹن اور پنٹاگن کے واقعے کی یاد تازہ کرتا ہے بلکہ ان جذبات کی جھلک بھی دہراتا ہے جو ان واقعات سے وابستہ ہے۔ یہ احساس کہ دنیا کبھی بھی یکساں نہیں رہے گی۔ یہ احساس کہ یہ وہ دن ہے جب دنیا بیدار ہوگئی ہے۔ اس لحاظ سے نائن الیون کے ذریعے نہ صرف حملوں کا حوالہ دیا جاتا ہے بلکہ اس کے بعد معاملات کو بھی خاص طور سے غلط فوجی و جوڈیشیل جواب کو بھی یاد کیا جاتا ہے جس کے پوری دنیا پر تباہ کن اثرات پڑے۔

جب کمنٹیٹر نائن الیون کا استعارہ دہراتے ہیں تو وہ بھارتی حکومت کو بھی برابری کی بنیاد پر جواب دینے کے لئے بھی مجبور کرتے ہیں۔ اگر بھارتی حکومت بش انتظامیہ کی کارروائی کے انداز میں سخت لائن اپناتی ہے تو انجام یقینی طور پر تباہ کن ہوگا۔ نائن الیون کی زبردست طاقت نے ہماری نظروں سے اس امکان کو اوجھل کردیا ہے کہ ممبئی کے حملے کی اور بھی دوسری زبردست مثالیں ہوسکتی ہیں ان میں سے ایک گیارہ مارچ ۲۰۰۴ء کو میڈرڈ ٹرینوں میں ہونے والے بم دھماکے بھی ہیں جس میں تقریباً اتنی ہی اموات ہوئی تھیں اور جس سے اسی طرح رنج وغم کی لہریں پھوٹی تھیں۔

اگر نائن الیون دہشت گردی پر ردعمل کے لئے ایک استعارہ ہے تو گیارہ ایم جیسا کہ اسپین میں یہ اسی طرح جانا جاتا ہے۔ دوسری قسم کے جواب کا مختصر راستہ ہوسکتا ہے۔ جس میں ایک وجیلنس صبر وتحمل اور پڑوسی ملکوں کے ساتھ روابط قائم کرتے ہوئے پولیس کا محتاط عمل ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کی اس وقت بھارت کو ضرورت ہے اور خوش قسمتی سے معلوم ہوتا ہے کہ کانگریس کی سربراہی میں حکومت نے اس راہ پر چلنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سرکاری ترجمان اس امر کا اظہار کرتے ہوئے تکلیف محسوس کررہے ہیں کہ بھارت پاکستان کی سرحد پر فوجوں کو بڑھانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا جیسا کہ ۲۰۰۱ء میں بھارتی پارلیمنٹ پر مسلم انتہا پسندوں کے حملے کے بعد بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت نے کیا تھا۔

جنگ کی گرمی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی کیونکہ یہ اس قسم کی جنگ نہیں ہے جو روایتی افواج کے ذریعے سرحدوں پر ہی لڑی جاسکتی ہو۔ بھارتی حکومت کے لئے بہتر یہی ہوگا کہ دہشت گردوں کے ان ٹھکانوں اور محفوظ مکانات کو جن میں سے کچھ پاکستان کے اندر ہیں، ختم کرنے کے لئے بین الاقوامی کوششوں پر زور دے، بھارت کو پاکستانی حکومت کے اندر پائے جانے والے ان لوگوں کے ساتھ بھی باہمی تعاون کی ضرورت ہے جو دہشت گردی کے خطرات کو دیر سے سہی تسلیم کرنے کے لئے آگے آچکے ہیں۔

ممبئی میں جو اہداف چنے گئے وہ واضح طور پر ستمبر میں اسلام آباد کے میریٹ پر کئے گئے بم دھماکوں سے مماثل ہیں جو ایک اور اہم مقام تھا جہاں غیر ملکیوں کے مرنے والوں میں شامل ہونے کا یقین تھا۔ اس طرح دونوں ملکوں کے درمیان یہ ایک مشترکہ امر ہے کہ اگر یہ سال دہشت گردی کی وجہ سے بھارت کے لئے بدتر رہا ہے تو پاکستان کے لئے بدترین رہا ہے۔

اس وقت یہ بالکل واضح ہے کہ پاکستان کے ارباب نظم ونسق بہت شدت کے ساتھ بٹ چکے ہیں اور ان کو ایک ہی صف میں کھڑا کرنے کی زیادہ گنجائش نہیں رہ گئی ہے۔ بعض اوقات بحران بھی ایک موقع ہوتا ہے۔ یہ وہ موقع ہے جب بھارت پاکستان حکومت ملٹری اور سوسائٹی کے ان طبقات کے ساتھ ایک مشترکہ حکمت عملی تیار کرسکتا ہے۔ جو سمجھتے ہیں کہ وہ بھی خطرات سے دوچار ہیں۔

حملہ کے سلسلے میں ممبئی کے ردعمل پر آنے والے دنوں پر بہت کچھ انحصار ہے۔ حملے کے فوراً بعد شہر میں کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ بلاشبہ یہ ایک مثبت امر ہے۔ دہشت گردوں نے اپنے حملے میں پوری توجہ شہر کے انتہائی اعلیٰ سطحی حصوں پر مرکوز رکھی۔ یہ امر بھی ممبئی کے زیادہ تر باشندوں کی روزمرہ کی زندگیوں میں گڑبڑ کو محدود رکھنے کا ذریعہ بنا۔ مثال کے طور پر چھترپتی شیواجی اسٹیشن دہشت گردوں سے صاف کرنے کے چند گھنٹوں بعد ہی کھل گیا۔ شمالی نواحی علاقوں میں بالی ووڈ کے اسٹوڈیوز کے گھر میں ایکٹروں کو ریہرسل کے لئے اس وقت بلا لیا گیا جبکہ لڑائی لڑی ہی جارہی تھی۔

لیکن ہر روز کشیدگی بڑھتی ہی جارہی ہے اور شہریوں میں فطری طور پر پیدا ہونے والی بے چینی اپنا رول ادا کررہی ہے۔ پھر بھی یہ سر کے بل گر جانے کا وقت نہیں ہے۔ اگر بھارت حلم وبردباری کا مظاہرہ کرسکتا ہے۔ اگرچہ ساتھ ہی مسئلہ کو حل کرنے کی بھی ٹھوس کوششیں جاری رکھے تو ۲۰۰۸ء کو اس طور پر یادگار کیا جائے گا جب جوار بھاٹا ایک طویل جنگ میں تبدیل ہوگیا۔ اس لئے اگر دہشت گردوں کے حملوں کی لہر سے کوئی سبق حاصل کیا جاسکتا ہے جس نے گزشتہ ایک دہائی سے پوری دنیا کو زلزلہ سے دوچار کر رکھا ہے وہ یہ ہے کہ شکست یا فتح خود حملہ کی کامیابی نہیں ہے اصل مسئلہ جواب دہی کا ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، ایشین ایج ۴ ردسمبر)

بقیہ: پولیس ریفارم کا مطالبہ

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ عام لوگوں کی عزت کی حفاظت کرنے کے بجائے عزت لوٹنے جیسے سنگین جرائم میں بھی ملوث ہوجاتے ہیں، ادھر تشدد کی کارروائیوں، غیر قانونی سرگرمیوں اور دہشت گردانہ واقعات میں ہونے والے بے پناہ اضافے نے ان کی کارکردگی کو بری طرح متاثر کیا ہے اور ان کی کمزوریوں کو پوری طرح اجاگر کردیا ہے۔ کہا یہ جارہا ہے کہ غیر قانونی سرگرمیوں اور دہشت گردانہ واقعات کی رفتار میں جو اضافہ ہوگیا ہے اس نے پولیس فورس کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ان میں جہاں تربیت کی کمی کا فقدان دیکھا جارہا ہے وہیں ہمت اور حوصلے اور ذہانت کی کمی بھی نوٹ کی گئی ہے۔ موجودہ پولیس فورس کے پاس جس قسم کے ہتھیار ہیں وہ بھی اب پرانے ہوچکے ہیں اس کے مقابلہ میں دہشت گرد اور سماج دشمن عناصر جدید ہتھیار استعمال کررہے ہیں۔ وہ جدید ٹکنالوجی کا بھرپور فائدہ اٹھارہے ہیں جب کہ دوسری طرف پولیس فورس میں اس کی کمی محسوس کی جارہی ہے۔ ان کے درمیان اعلیٰ معیار کے رابطے کی بھی کمی ہے اس لیے اس پر زور دیا جارہا ہے کہ ان امور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، جہاں انہیں قانون کی باریکیوں سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے اور انسانی چہرہ کو ہر حال میں بحال رکھنے کی ضرورت ہے وہیں انہیں تربیت اور جدید ٹکنالوجی سے لیس کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ ●●

اسرائیلی جرائم

قابض اسرائیلی فوجوں نے صرف ایک ماہ جولائی ۲۰۰۸ء کے دوران ۳۶۸ فلسطینی بچوں کا اغوا کرلیا، ان بچوں میں سے بیشتر کا تعلق مغربی کنارے کے مختلف شہروں سے تھا، سب سے زیادہ بچے نابلس شہر سے اٹھائے گئے۔ اس شہر کے ۱۴۰ کم عمر بچوں کو گرفتار کرکے لے جایا گیا۔ ان کی عمریں اٹھارہ سال سے کم تھیں۔ اس کے علاوہ یہاں کے چھ عمر رسیدہ شہریوں کو بھی گرفتار کیا گیا۔ فلسطینی اتھارٹی کے صدر محمود عباس اور غاصب ملک کے وزیراعظم ایہود اولمرٹ کے درمیان سیاسی مذاکرات کے آغاز سے سال گزشتہ کے اختتام تک اسرائیلیوں نے ۳۵۰۰ فلسطینیوں کا اغوا کیا ہے۔ حقوق انسانی وقیدیوں کے حقوق کا دفاع کرنے والی تنظیم نے اپنی رپورٹ ۲۵ر جولائی کو شائع کی تھی، اس میں اس نے کہا تھا کہ ۳۵۰۰ میں سے ۵۰۰ فلسطینی وہ ہیں جنہیں رہائی کے بعد اغوا کرلیا گیا۔

واضح رہے کہ ان کی رہائی اتھارٹی کے صدر محمود عباس سے خیرسگالی کے اظہار کے لئے عمل میں آئی تھی مگر انہیں دوبارہ اغوا کرلیا گیا۔ اور پھر پتہ نہیں چل سکا کہ انہیں کہاں لے جایا گیا۔ اس کے علاوہ نابلس کے مین العین کیمپ کی تفتیشی مہم کے دوران سو سے زائد فلسطینیوں میں سے ۵۶۰ پر فرد جرم عائد کی گئی تھی۔ ۲۰۰۲ء میں اسرائیل نے جب دوبارہ مغربی کنارے کے شہروں پر قبضہ کیا تو فلسطینیوں کے اغوا اور گرفتاریوں کا سلسلہ عروج پر پہنچ گیا اور چند ہی مہینوں میں گرفتار شدگان کی تعداد ۸۴۳۵ ہوگئی اور یہی تعداد ۲۰۰۴ء میں تقریباً ۳۰۰۰ ہوگئی، ۲۰۰۵ء میں کسی قدر کمی آئی مگر ۲۰۰۶ء میں پھر اضافہ ہوگیا اور سابقہ تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ ۲۰۰۸ء کے اختتام تک گرفتار فلسطینیوں کی تعداد بڑھ کر ۶۰۰۰ تک پہنچ گئی۔ فلسطینی خواتین کے اغوا کے بارے میں عبدالناصر عونی فردانہ نے واضح کیا ہے کہ ۱۹۶۷ء سے نصف ستمبر ۲۰۰۷ء تک دس ہزار سے زائد فلسطینی خواتین کو غاصب اسرائیلی فوجیوں نے اغوا کیا، ان میں سات سو خواتین وہ ہیں، جن کا اغوا انتفاضہ اقصیٰ کے دوران کیا گیا۔ ان میں سے ۱۱۰ خواتین اب بھی اسرائیلی جیلوں میں صعوبتیں جھیل رہی ہیں۔ القدس بین الاقوامی ادارہ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ القدس شہر سے تعلق رکھنے والے جن باشندوں کو قابض وغاصب فوجیوں نے اغوا کیا، ان کی تعداد ۵۲۵ ہے۔ ان میں سے چھ خواتین اور بارہ کمسن بچے ہیں، ۵۱ قیدی وہ ہیں جنہیں اوسلو معاہدہ سے بھی پہلے سلاخوں کے پیچھے ڈالا گیا اور بین الاقوامی اصطلاح کے مطابق ان کا شمار قدیم ترین قیدیوں میں ہوتا ہے۔

ایک دوسری رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اغوا کرنے کے بعد جن فلسطینیوں کو قیدی بنایا گیا ان میں سے سب سے بڑی تعداد نابلس شہر کے باشندوں کی ہے۔ ان کا تناسب قیدیوں کی مجموعی تعداد کے اعتبار سے ۱۹٫۵ فیصد ہے۔ رپورٹ میں واضح کیا گیا ہے کہ اسرائیلی جیلوں میں صرف نابلس شہر کے ۱۹۰۰ سے ۱۹۵۰ فلسطینی شہری ہیں، جو ہنوز اسرائیلی جیلوں میں قید وبند کی زندگی گزار رہے ہیں۔ نابلس کے ان قیدیوں میں ۴۲ خواتین اور ۹۵ بچے ہیں۔ اس کے علاوہ قیدیوں کی ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جن کی عمریں اٹھارہ سال سے کم ہیں۔

ادارہ برائے فلسطینی قیدی ونظر بندی کی عمومی رپورٹ کے مطابق اسرائیلی عقوبت خانوں میں ۱۱۵۰۰ قیدی ہیں۔ ان میں ۳۶۰ بچے اور ۹۹ خواتین ہیں۔ قیدی اور قید سے رہائی پانے والوں کے امور کی وزارت کا کہنا ہے کہ غاصب اسرائیلی فوج نے دنیا میں گرفتاریوں اور نظر بندیوں کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ دنیا کا کوئی اور ایسا ملک نہیں ہے جو اسرائیل کی طرح لوگوں کو اغوا کرنے اور گرفتار کرنے کی مہم چلاتا ہو اور اس کا یہ عمل مسلسل ۱۹۴۸ء سے جاری ہے اور اس میں بتدریج اضافہ ہی ہورہا ہے۔

اسرائیل نے ایک چوتھائی فلسطینیوں کو یا تو گرفتار کر رکھا ہے یا اغوا کرلیا ہے۔ اسرائیلی فوجی آئے دن معمول کے مطابق فلسطینیوں پر دھاوا بولتے ہیں اور انہیں یا تو گرفتار یا پھر اغوا کرلیتے ہیں۔ بعض عرب و فلسطینی اور خود اسرائیلی رپورٹوں کے مطابق اسرائیل نے ۲۳ر مئی ۲۰۰۷ء کو انتخابی مہم اور جمہوریت کے نام پر قتل وغارتگری کا بازار گرم کیا اور فلسطینی قومی کونسل کے ۴۳ ارکان اور تین سابق وزراء کو گرفتار کرلیا۔ فلسطینیوں کے خلاف اسرائیل کی جانب سے گرفتاری مہم زور وشور سے جاری ہے۔

اسرائیلی فوجی انہیں نابلس، جنین، تلکرم، اقلیل، القدس، رام اللہ اور دیگر مقامات سے ان کے گھروں سے اغوا کرلیتے اور بغیر کسی الزام کے انہیں جیلوں میں بند کردیتے ہیں۔ ہمیں نہیں بھولنا چاہئے کہ ابھی کچھ عرصہ قبل ہی اسرائیل نے اریحہ جیل سے فلسطینی قومی ورکنگ گروپ کی نہایت اہم شخصیت احمد سعدات کو تقریباً دو سو ساتھیوں کے ہمراہ اغوا کرلیا اور اپنے عقوبت خانوں میں منتقل کردیا۔

جب ہم تھوڑا پیچھے مڑکر دیکھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ گرفتار اور اغوا کرنے کی پالیسی غاصب صہیونی طاقت نے اپنے قیام کے روز اول سے ہی اختیار کر رکھی ہے اور اس کی ہر حکومت نے فلسطینی عوام کے خلاف اس جارحانہ وسفاکانہ عمل کو روا رکھا ہے، جن کو یا تو مقدمہ چلائے بغیر یا سرسری مقدمہ کے بعد عقوبت خانوں میں طرح طرح کی انسانیت سوز سزائیں اور خلاف قانون عقوبتیں مسلسل دی جاتی ہیں۔ شروع ہی میں وزیر دفاع موشے دیان نے اغوا و گرفتاری اور سرحدی مقدمے کی کارروائی پر تبصرہ کرتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ فلسطینی قیدی اسرائیلی جیلوں سے اپاہج اور معذور ہوکر نکلیں گے جو اپنی قوم اور اپنے معاشرے پر بوجھ بن جائیں گے۔ اس پالیسی پر ۱۹۸۷ء اور ۱۹۹۳ء کے انتفاضہ کے دوران خاص طور پر عمل کیا گیا اور مغربی کنارے وغزہ پر قبضے کے دوران ساڑھے سات لاکھ سے ساڑھے آٹھ لاکھ باشندوں کو گرفتار کرکے انہیں جسمانی طور پر معذور بنایا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے اسرائیلی جرائم کا سامنا فلسطینیوں کو نہیں بلکہ فلسطینی وطن اور سرزمین کو ہے جس کی کھلے عام چوری کی جارہی ہے۔ گرفتاریاں عمل میں لائی جارہی ہیں اور اس کا بے خوف وخطر اغوا کیا جارہا ہے۔

(مرکز اطلاعات فلسطین)

امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے/ ماتر محمد

کوالالمپور۔ ملائشیا کے سابق وزیراعظم ماتر محمد نے مطالبہ کیا ہے کہ اسرائیل کی پشت پناہی کرنے پر عالمی سطح پر امریکی ڈالر اور امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے۔ سابق وزیراعظم ماتر محمد کا کہنا ہے کہ دنیا بھر کے عوام صہیونی حکمرانوں کے خلاف کارروائی کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ سابق وزیراعظم ماتر محمد نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکی پشت پناہی کے باعث اسرائیل نہتے فلسطینیوں پر مظالم ڈھا رہا ہے۔ اگر دنیا کے تمام ممالک خصوصاً مسلم ممالک امریکی کرنسی ڈالر میں لین دین بند کردیں تو امریکی تجارت بند ہوجائے گی۔ جب ڈالر نہیں ہوگا تو امریکہ ہوش میں آجائے گا۔

ملائشیا کے سابق وزیراعظم ماتر محمد نے مزید کہا کہ ہمیں امریکہ سے کسی بھی قسم کا اسلحہ خریدنا نہیں چاہئے۔ اگر اسلحہ خریدنا ضروری ہے تو روس سے جنگی طیاروں سمیت ہر قسم کا اسلحہ خریدا جاسکتا ہے۔ مسلمان فوری طور پر میدان عمل میں آئیں اور اگر وہ کوکا کولا پینا چھوڑ دیں تو یقین کریں کہ کوئی بھی پیاس سے نہیں مرے گا۔

بقیہ: نئی سیاسی حکمت عملی......

کے ناموں کے اعلان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پارٹی پر کئی طرف سے پڑنے والے پریشر اور تنقید کے رخ کو حتی الامکان موڑنے کی کوشش کی جائے لیکن اس طرح کی کوشش کس حد تک کامیاب ہوگی اس پر کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ بی جے پی تمام تر دعوؤں اور تیاریوں کے باوجود حقیقت حال اور عوام کے مزاج، جس کا مشاہدہ حالیہ انتخابات میں ہوا اور جسے تمام تر کوششوں کے باوجود بدلا نہیں جاسکا بخوبی واقف ہے۔ ●●

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایرائین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ''دعوت'' ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن
سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی
عمیر کوثر ندوی، اشرف علی بستوی

دلت مسئلہ : جڑ میں کون؟
nfyrleL;ktM+esadkSu\

وشو ہندو پریشد کے رہنما اشوک سنگھل کا الزام ہے کہ:
''دلت سمیا اسلامی حملہ آوروں کی پیداوار ہے'' اور
''چھوت چھات اسلام کی دین ہے''

اس کتاب میں مصنف نے امت مسلمہ ہند کی جانب سے فرض کفایہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے ''دلت سمیا: جڑ میں کون؟'' مرتب کرکے غلط فہمیاں پھیلانے والوں کا بھرپور جواب دیا، ہندوستان میں دلت سمیا پیدا کرنے کے حقیقی ذمہ داروں کو بے نقاب کیا، اور ان سے ۴۳ چبھتے ہوئے سوالات کئے جو ہنوز جواب کے منتظر ہیں! کتاب میں اس حق کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ دلت سمیا کا حقیقی حل کل بھی اسلام تھا اور آج بھی اسلام ہی ہے۔

دلتوں کے مسائل وحقوق، درد واضطراب، اُن پر ظلم وستم اور ان کے ردعمل کو مربوط طور پر پیش کرنے والی عظیم ہندی تخلیق دلت سمیا: جڑ میں کون؟ ضرور پڑھیے، تاکہ عصری فتنوں سے آگاہی بھی رہے اور اس کے سدباب کی صورتوں پر غور بھی کرسکیں، دلت دوستوں اور ملاقاتیوں کو پیش کرنے کے لئے بہترین تحفہ۔ اہل قلم، دانشوروں، ممتاز شخصیات اور اخبارات ورسائل نے کتاب کا گرم جوشانہ استقبال کیا۔

مصنف : انتظار نعیم

☆ ہندی ایڈیشن Rs.100/= ☆ اردو ایڈیشن Rs.140/=

مدھر سندیش سنگم

E-20، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی 25 فون 26925156, 26953327 فیکس 23276741

'لمعات حرم' اور 'سلسبیل' کے بعد

صبحِ صادق

ڈاکٹر تابش مہدی کے قلم سے

محبت رسولؐ سے سرشار کرنے والی نعتوں اور دلوں میں عظمتِ صحابہؓ کو اُجاگر کرنے والی منقبتوں کا تیسرا دلکش ودل پذیر مجموعہ۔ عمدہ کاغذ، معیاری طباعت اور روشن کتابت

☆ سائز ۲۲×۳۶/۱۶ ☆ صفحات: ۱۴۴ ☆ قیمت=/150

مصنف کی دوسری کتابیں 'وہ گلیاں یاد آتی ہیں' (Rs50/=) 'کنکر بولتے ہیں' (Rs100/=) اور 'اردو تنقید کا سفر' (Rs.210/=) بھی طلب کی جاسکتی ہیں۔

ادبیات عالیہ اکادمی
جی ۵/اے، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
فون (011)26970736، سیل 09818327947

ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی کی

۲ نئی کتابیں

● اسلام کا تصورِ حیات اور اجتماعی زندگی کی ذمے داریاں
اسلام میں زندگی کا تصور، اجتماعی زندگی کی ذمے داریوں سے متعلق اسلام کی رہ نمائی، زندگی سے اسلامی تعلیمات کو بے دخل کرنے کے اسباب اور ان کے مہلک نتائج اور انسانی زندگی میں توحید کے اثرات وثمرات۔
سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ ● صفحات: ۴۰ ● قیمت: Rs.14/-

● صنفی تفریق اور اسلام
عورت اور مرد کے معاشرتی اور سماجی حدود اور ان کے مرتبہ ومقام کی اسلامی تعیین، عورت کی عصمت وناموس کے تحفظ کے سلسلے میں اسلام کی واضح اور مثالی تعلیمات اور عورت کے حقوق وفرائض کے تعین میں اسلام کا عادلانہ ومنصفانہ رویہ۔
سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ ● صفحات: ۴۸ ● قیمت: Rs.16/-

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ ۲۵
Post Box. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110 025
Phones:26971652,26954341, Fax:26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com Website: www. mmipublishers.ne

دماغین برین ٹانک

(۱) دماغین ہر عمر کے ذہنی وجسمانی طور سے مصروف لوگوں کے لئے مددگار ہے
(۲) دماغین میں دوائی وغذائی اجزاء سے بھرپور مشہور پھل آملہ جزء اعظم کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جس میں وٹامن ''سی'' سب سے زیادہ اور ساتھ میں کیلشیم اور فولاد بھی پایا جاتا ہے۔
(۳) دماغین یکسوئی کو بڑھاتا ہے۔ اور تھکان کم کرتا ہے۔
(۴) دماغین منہ کی بدبو کو دور کرتا ہے اور ہضم کی اصلاح کرتا ہے۔
(۵) دماغین خوش ذائقہ تازگی وتوانائی سے بھرپور ایک یونانی دوا ہے۔

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ